ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

37

18 تا 24 ستمبر 2012ء / یکم تا 7 ذوالقعدہ 1433ھ

مخالفت وایذا پر صبر واستقامت

نبی اکرم ﷺ کی تربیت کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ یہ تربیت میدان میں اُتارنے کے لئے تھی، محض گوشے میں بٹھانے کی تربیت نہیں تھی۔ اس لئے کہ فوراً کشاکش یا عرفِ عام میں کشمکش شروع ہو جاتی تھی۔ جہاں زبان سے "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کا کلمہ نکلا فوراً مار پڑنی شروع ہو جاتی تھی۔ اب یہ جو مار پڑ رہی ہے تو یہ عملی تربیت کا مؤثر ترین ذریعہ ہے۔ اگر اس کو جھیلو گے تو تمہاری قوتِ ارادی مضبوط سے مضبوط تر ہوتی چلی جائے گی، تمہارے اندر صبر و استقامت کے اوصافِ عالیہ ترقی پاتے چلے جائیں گے۔ اگر یہ کشمکش نہ ہو تو اس کی مثال ایسی ہے کہ آپ کسی شخص کو تیرنے کی تربیت خشکی پر دیں اور اسے بتائیں کہ تیرنے کے لئے یہ کرنا ہوتا ہے، وہ کرنا ہوتا ہے۔ لیکن سال بھر کی ٹریننگ سے بھی وہ شخص تیراک نہیں بنے گا، جبکہ زیرِ تربیت تیراک کو پانی میں اتاریئے اور اسے بتایئے کہ تیرنے کے لئے اپنے ہاتھ، پاؤں اور پورے جسم کو کس طرح استعمال کرنا ہے تو وہ چند دنوں میں بلکہ اگر کوئی ذہین ہو تو ایک ہی دن میں تیراک بن جائے گا —— تو محمد ﷺ کی تربیت خانقاہی نہیں ہے۔ گوشے میں بٹھا کر دی جانے والی تربیت نہیں ہے۔ غور کا مقام ہے، محمد رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں کیا کہ لوگوں کو نکال کر کہیں اور لے جائیں اور وہاں تربیت دیں، بلکہ یہ کیا ہے کہ جو شخص جہاں ہے، وہیں تربیت پائے۔ اور وہ شخص وہیں کھڑے ہو کر کہے کہ میں ایک اللہ کو مانتا ہوں، میں جناب محمد ﷺ کو رسول اللہ تسلیم کر چکا ہوں اور آپؐ کے نقشِ قدم اور آپؐ کی سنت پر چلنے کا فیصلہ کر چکا ہوں، میں آخرت کے محاسبہ کا یقین رکھتا ہوں۔ اس پر کشمکش شروع ہو جائے گی۔ اپنے گھر میں کشمکش ہوگی۔ اہل و عیال اور رشتہ داروں سے کشمکش ہوگی۔ آج آپ ذرا کسی رسم کو چھوڑ کر دیکھئے آپ کی برادری آپ کا حقہ پانی بند کر دے گی۔ ذرا آپ زمانے کے جو چلن ہیں، جو رواج ہیں، ان کو چھوڑ دیجئے۔ آپ کو یہ نظر آ جائے گا کہ آپ کے بچوں کے لئے رشتے نہیں ملیں گے، آپ کی بچیوں کے لئے کہیں سے پیغام نہیں آئیں گے۔

منہج انقلابِ نبویؐ

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اس شمارے میں

گائے کی تقسیم

اسلام کا کل روئے ارضی پر غلبہ

شام کی شورش: امتوں کے فیصلہ کن ٹکراؤ کی تمہید

امن کی "تراشا"

شام کا جاری بحران اور عالمی طاقتوں کے عزائم

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ

"انہیں نہ بھلانا"

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سورۃ یوسف

(آیات 21-22)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَقَالَ الَّذِي اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖٓ اَكْرِمِيْ مَثْوٰىهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ۭ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ
فِي الْاَرْضِ ۡ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۭ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓي اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿21﴾ وَلَمَّا بَلَغَ
اَشُدَّهٗٓ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿22﴾

آیت 21 وَقَالَ الَّذِي اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖٓ اَكْرِمِيْ مَثْوٰىهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ۭ ''اور مصر کے جس شخص نے یوسف کو خریدا' (اس نے) اپنی بیوی سے کہا: اس کو اچھے طریقے سے رکھنا' ہوسکتا ہے یہ ہمارے لیے نفع بخش ہو یا پھر ہم اسے اپنا بیٹا ہی بنالیں۔''

وہ شخص مصر کی حکومت میں بہت اعلیٰ منصب (عزیز مصر) پر فائز تھا۔ حضرت یوسفؑ کو بیٹا بنانے کی خواہش سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید اس کے ہاں اولاد نہیں تھی۔

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۡ ''اور اس طرح ہم نے یوسفؑ کو اس ملک میں تمکن عطا کیا''

اس طریقے سے اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو اس دور کی متمدن ترین مملکت میں پہنچا دیا اور وہاں آپؑ کی رہائش کا بندوبست بھی کیا تو کسی جھونپڑی میں نہیں بلکہ ملک کے ایک بہت بڑے' صاحب حیثیت شخص کے گھر میں' اور وہ بھی محض ایک غلام کے طور پر نہیں بلکہ خصوصی عزت واکرام کے انداز میں۔

وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۭ ''اور تاکہ ہم اس کو سکھائیں باتوں کی تہہ تک پہنچنے کا علم۔''

یعنی عزیز مصر کے گھر میں آپؑ کو جگہ بنا کر دینے کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ وہاں آپؑ کو ''معاملہ فہمی'' کی تربیت فراہم کی جائے۔ عزیز مصر کا گھر ایک طرح کا سیکریٹریٹ ہوگا جہاں آئے دن انتہائی اعلیٰ سطح کے اجلاس ہوتے ہوں گے' اور قومی وبین الاقوامی نوعیت کے انتہائی اہم امور پر بحث وتمحیص کے بعد فیصلے کیے جاتے ہوں گے اور حضرت یوسفؑ کو ان تمام سرگرمیوں کا بہت قریب سے مشاہدہ کرنے کے مواقع میسر آتے ہوں گے۔ اس طرح بہت اعلیٰ سطح کی تعلیم وتربیت کا ایک انتظام تھا جو حضرت یوسفؑ کے لیے یہاں پر کر دیا گیا۔

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓي اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿21﴾ ''اور اللہ تو اپنے فیصلے پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔''

اللہ تعالیٰ اپنے ارادے کی تنفیذ پر غالب ہے' وہ اپنا کام کر کے رہتا ہے۔

آیت 22 وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗٓ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ۭ ''اور جب آپؑ اپنی جوانی کو پہنچ گئے تو ہم نے آپؑ کو حکم اور علم عطا کیا۔''

وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿22﴾ ''اور اسی طرح ہم محسنین کو بدلہ دیتے ہیں۔''

حکم اور علم سے مراد نبوت ہے۔ حکم کے معنی قوت فیصلہ کے بھی ہیں اور اقتدار کے بھی۔ علم سے مراد علم وحی ہے۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

بندے کی توبہ پر اللہ بہت خوش ہوتا ہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((اَللّٰهُ أَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ أَحَدِكُمْ مِنْ أَحَدِكُمْ بِضَالَّتِهِ إِذَا وَجَدَهَا)) (جامع ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تم میں سے کسی کی توبہ پر اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے جو تم میں سے کوئی شخص اپنی گمشدہ سواری کو پالینے کے وقت خوش ہوتا ہے۔''

تاخلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لاکہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ | لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

18 تا 24 ستمبر 2012ء
یکم تا 7 ذوالقعدہ 1433ھ
جلد 21
شمارہ 37

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ------------------ (2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گائے کی تقسیم

ہمارا ایمان ہے کہ سب دن اللہ کے بنائے ہوئے ہیں اور ایک جیسے ہیں۔ کوئی دن منحوس نہیں ہوتا۔ البتہ انسانوں کی بدکرداری ایک نحوست کی صورت میں ان کے ساتھ لگی ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ کبھی دوسرے انسانوں کو اور کبھی کچھ ایام کو منحوس قرار دے کر اپنی بداعمالیوں کی پردہ پوشی کرنا چاہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ بداعمال اور بدکردار قوم پر عذاب اور ذلت بارش بن کر برستی ہے۔ آفتیں اس بستی میں ڈیرے ڈال لیتی ہیں اور بدقسمت قوم اپنا جائزہ لینے اور اصلاح کی طرف راغب ہونے کی بجائے توہم پرستی کی طرف راغب ہوتی ہے اور کسی روز پے در پے مصائب سے پالا پڑے تو اُسے منحوس قرار دے دیتے ہیں۔

11 ستمبر 1948ء کو بابائے قوم قائداعظم وفات پا گئے تو یہ قوم یتیم ہوگئی اور یتیم ہی نہیں لاوارث بھی ہو گئی۔ جو سر پرست کی حیثیت سے مسلط ہوئے، انہوں نے اس کو بیچ کھانا شروع کر دیا۔ نائن الیون کا واقعہ کہاں ہوا' کیوں ہوا' کس نے کیا؟ بہت کم پاکستانی جانتے ہوں گے لیکن بردہ فروشوں نے اپنے اقتدار کے عوض پاکستان کو سفید سامراج کے پاس رہن رکھ دیا۔ اب پاکستانی قوم نامی کوئی قوم اگر اس دنیا میں ہے تو ہر دوسرے روز نائن الیون کے حوالہ سے اس کے ناموس کی نیلامی کی جاتی ہے۔ وصول شدہ رقم سے حکمرانوں کی شکم سیری ہوتی ہے۔ پاکستان میں ذمہ داریوں اور وسائل کی تقسیم کس طرح ہوئی ہے، اس کا نقشہ ایک کارٹونسٹ نے خوب کھینچا ہے۔ اس نے ایک گائے کے پیٹ اور کمر کے گرد ایک دائرہ کھینچ کر اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور حکمرانوں کا یہ فراخدلانہ فیصلہ بھی سنا دیا کہ گائے کا اگلا حصہ عوام کا ہوگا اور پچھلے حصے پر ہم اکتفا کریں گے۔ یعنی گائے کو چارہ اور خوراک عوام ڈالیں گے اور دودھ ہم دوہیں گے۔ یقین کریں پاکستان کے عوام اور حکمرانوں کا تعلق یا رشتہ اس سے بہتر انداز میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔ عوام کے جان و مال کا تحفظ حکمرانوں کے لیے کبھی مسئلہ تھا، نہ ہے۔

بات 11 ستمبر کی ستمگریوں کی ہو رہی تھی۔ 2012ء کے 11 ستمبر کو بلدیہ ٹاؤن کراچی میں سورج سوا نیزہ پر آ گیا، جہاں گارمنٹس کی ایک فیکٹری سے شعلے یوں آسمان سے باتیں کرنے لگے جیسے کسی جنگل میں فاسفورس بم مار دیا گیا ہو۔ ٹیلی ویژن جو مناظر دکھا رہا تھا، سینے میں دل رکھنے والے کسی بھی انسان کے لیے ناقابل دید اور ناقابل برداشت تھے۔ یہ مناظر قلم بند نہیں کیے جا سکتے، بیان نہیں کیے جا سکتے۔ یہ فیکٹری میں تنخواہ کی ادائیگی کا دن تھا۔ کتنے ہوں گے جو ماں کو آواز دے کر فیکٹری روانہ ہوئے ہوں گے: "ماں آج تیری دوا لیتا آؤں گا"۔ وہ نہیں جانتا ہوگا کہ آج میرا اپنا دانہ پانی جل کر بھسم ہو جائے گا۔ کتنے ہوں گے جو خود کلامی کرتے کرتے فیکٹری پہنچے ہوں گے: کتنا عرصہ ہوا بچوں نے پھل نہیں کھایا، آج بچوں کے لیے پھل لے کر جاؤں گا۔ اسے کیا معلوم تھا کہ آج پھل دار شجر ہی جل کر راکھ ہو جائے گا۔ کتنے ہوں گے جنہوں نے بہن یا بیٹی کے ہاتھ پیلے کرنے اور سرخ جوڑا پہنا کر اسے رخصت کرنے کا عزم کیا ہوگا، لیکن انہیں کیا معلوم تھا کہ وہ خود ایدھی سنٹر کا سفید جوڑا لپیٹ کر گھر پہنچیں گے، نہ آنکھوں میں نور ہوگا نہ سینے میں دھڑکتا دل۔ جوان لال کی موت کا دکھ وہ ماں ہی جانتی ہیں جس نے بچپن میں اس کے مکھڑے پر مکھی بھی بیٹھنے نہ دی ہو۔ جس بوڑھے باپ کے کاندھوں کو جوان بیٹے کے جنازے کا بوجھ اٹھانا پڑے، وہ کمر کبھی سیدھی نہیں ہو سکتی۔ اس ظالم معاشرے میں بیوگی کا داغ لے کر زندگی گزارنے والی جوان عورت کو کتنے دھکے پڑتے ہیں اور اسے کیسے کیسے طعنے سننے پڑتے ہیں، کوئی نہیں جانتا۔ یہ مکالمہ بازی نہیں، ہمارے معاشرے کے حقائق ہیں جو ہمارا منہ چڑا رہے ہیں۔ ادھر حکومت نے بھی اپنے

فرائض حسبِ معمول پوری طرح نبھائے ہیں۔ نیوز چینلز پر ٹکر چلنے لگا کہ صدر زرداری نے واقعہ کا نوٹس لے لیا۔ عبدالرحمٰن ملک نے غیر جانبدارانہ اور شفاف تحقیقات کا حکم جاری فرما دیا۔ یہاں تک کہ 24 '48 اور 72 گھنٹوں میں رپورٹ بھی طلب کر لی۔ مجرموں کو عبرتناک سزا دینے کا اعلان بھی کر دیا گیا ہے۔ جوڈیشل کمیشن بنا دیا گیا۔ یہاں تک کہ فی لاش 5 لاکھ اور زخمی کی 2 لاکھ قیمت بھی لگا دی گئی ہے۔ نئے سوٹ زیب تن کر کے ٹاک شوز میں حصہ بھی لے لیا۔ اللہ اللہ خیر صلا اور یہ بیچارے کیا کریں! آہ، ہمارا قلم کتنا ہی تیز دھار کا خنجر کیوں نہ بن جائے، حکمرانوں کی موٹی غیر حساس جلد کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

حقیقت یہ ہے کہ پاکستانیوں کو اب ایک قوم نہیں کہا جا سکتا بلکہ یہ دو حصوں میں تقسیم ہو چکے ہیں۔ ایک انبوہ کثیر ہے۔ یہ غیر منظم انسانوں کا مجموعہ ہے جو غرباء اور سفید پوش لوگوں پر مشتمل ہے۔ دوسرا انتہائی معمولی اقلیت لیکن منظم ہے۔ یہ حکمران ٹولہ ہے جس نے دوسرے انسانوں کو پُر فریب نعروں سے اپنی غلامی میں جکڑا ہوا ہے۔ ہر آگ میں یہ انبوہ کثیر جلتا ہے۔ ہر سیلاب میں یہی غرباء ڈوبتے ہیں۔ ان ہی کے جھونپڑے بہہ جاتے ہیں۔ انہی کے جانور سیلاب کی نذر ہو جاتے ہیں۔ یہی اپنے خون پسینے کی کمائی خزانے میں جمع کراتے ہیں اور حکمران طبقہ عیش و عشرت کرتا ہے۔ جب تک یہ انبوہ کثیر اس باطل اور استحصالی نظام کے خلاف کھل کر بغاوت نہیں کرے گا یہ غلامی کا طوق اس کی گردن سے نہیں اترے گا۔ وہ کولہو کا بیل بنا رہے گا۔ مسلط شدہ اقلیتی گروپ اس کا خون چوستا رہے گا۔

لوگوں کو فیصلہ کرنا ہوگا کہ وہ یونہی زندگی کو گھسیٹتے چلے جائیں گے؟ ایسی زندگی جس میں جی جی کر مر رہے ہیں اور مر مر کر جیتے ہیں۔ لوگوں کو جاننا چاہیے کہ کوئی ان کا سر اٹھانے نہیں آئے گا، کوئی ان کے حقوق پلیٹ میں رکھ کر انہیں پیش کرنے نہیں آئے گا۔ آبرو مندانہ زندگی گزارنے کا ایک ہی طریقہ ہے، بہت سوں کی بندگی سے نکل کر ایک کی بندگی اختیار کر لیں۔ ہر طاقت کے سامنے سجدہ ریز ہونے سے نہیں، ربّ کائنات کے حضور سربسجود ہونے سے آزادی ملے گی اور زندگی سنورے گی۔ مسلمان بن جاؤ حقیقی اور عملی مسلمان، خود نا قابلِ تسخیر قوت بن جاؤ گے۔ اپنا بھولا ہوا سبق یاد کر لو۔ اللہ سے اپنا عہد نبھاؤ۔ جنہوں نے اللہ سے اپنا عہد نبھایا جو آزمائش پر پورے اترے، ان کے لیے آگ بھی گلزار کر دی گئی۔ پانی کی دیواریں کھڑی کر کے ان کے لئے راستہ بنا دیا گیا۔ فضائے بدر پیدا کرنے کی ضرورت ہے تا کہ فرشتے قطار اندر قطار اتریں۔ یہ سب کچھ سن کر لوگ کہتے ہیں، بتائیے! کیا کریں؟ بھائی مسلمان بنو، مسلمان بناؤ اور اس باطل نظام کو تہس نہس کرنے کے لیے کسی تسبیح کا دانہ بن جائیے، کسی لڑی میں خود کو پرو دیں، کسی کے ہاتھ میں ہاتھ دیں۔ البتہ یہ جان جائیے، اور اچھی طرح جان جائیے، آپ کا کام اسلامی نظام قائم کر کے دکھانا نہیں، بلکہ اس کے لیے مخلصانہ، پرزور جدوجہد ہے۔ نتائج آپ کے بس کی بات نہیں، نہ ہی نتائج کی پوچھ گچھ ہو گی۔ ہاں، پوچھ ہو گی، کیا پوری صلاحیت کے ساتھ تمام تر کوششیں کی تھیں؟ دنیا میں انقلاب آئے نہ آئے، آپ کے لیے انقلاب آ جائے گا۔ آپ کی آخرت سنور جائے گی اور کیا عجب آپ ہی اس دنیا میں اسلامی انقلاب کا ذریعہ بن جائیں۔ یہ سونے پر سہاگہ ہوگا۔ یہ اعادہ لازم ہے کہ دن منحوس نہیں ہوتے، بددیانتی' بدکرداری' بدعملی' بدعہدی کی نحوست ہوتی ہے۔ آخر میں پھر یہ پکار ہے کہ اٹھ باندھ کمر کیا ڈرتا ہے۔ پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے!

بیادِ مجلس اسرار

کل روئے ارضی پر اللہ کا دین غالب آئے گا! ان شاء اللہ

اللہ نے بھیجا حضرت محمد ﷺ کو غلبۂ دین کے لیے ﴿لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ تا کہ دینِ حق کو غالب کر دیں تمام ادیان پر۔ اور بھیجا پوری نوعِ انسانی کے لیے۔ ان دونوں باتوں کو جوڑیے، صغریٰ کبریٰ ملا دیجیے تو بعثتِ محمدیؐ کا مقصد یعنی تکمیل رسالت کا آخری مرحلہ وہ ہوگا کہ جب کل نوعِ انسانی پر اللہ کا دین غالب آ جائے۔

علامہ اقبال نے ''جوابِ شکوہ'' میں بڑی پیاری بات کہی ہے: ؎

وقت فرصت ہے کہاں، کام ابھی باقی ہے!
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے!!

یہ کام ابھی نہیں ہوا۔ پوری نوعِ انسانی تک تو یہ دین نہیں پہنچا۔ کل روئے ارضی پر اللہ کے دین کا غلبہ نہیں ہوا۔ لیکن نوٹ کر لیجیے کہ یہ ہو کر رہنا ہے۔ احادیث میں حضور ﷺ نے اس کی خبریں دی ہیں۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے اپنے زمانے سے لے کر قیامِ قیامت تک کے پانچ ادوار گنوا دیے ہیں: (1) دورِ نبوت (2) خلافت علیٰ منہاج النبوۃ، یعنی خلافت راشدہ (3) ظالمانہ ملوکیت (4) غلامی والی ملوکیت (5) پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ۔ اس وقت نوعِ انسانی اس پانچویں دَور کی دہلیز تک پہنچی ہوئی ہے، گویا یہ دَور آیا چاہتا ہے، زیادہ دُور نہیں ہے۔ حضرت ثوبان ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے میرے لیے کل زمین کو لپیٹ دیا (یا سکیڑ دیا) تو میں نے اس کے تمام مشرق اور تمام مغرب دیکھ لیے۔ اور سن رکھو! میری اُمت کی حکومت ان تمام علاقوں پر قائم ہو کر رہے گی جو زمین کو سکیڑ کر اور لپیٹ کر مجھے دکھا دیے گئے۔'' (صحیح مسلم)

کوئی شک ہے؟ کیسے ہو سکتا کہ دنیا ختم ہو جائے اور حضرت محمد رسول ﷺ پر تکمیل رسالت کا یہ مظہر پورا نہ ہو کہ کل روئے ارضی پر حضرت محمد ﷺ کا لایا ہوا دین، دین الحق اسی طرح غالب ہو جائے جیسے آپ ﷺ کے دست مبارک سے جزیرہ نمائے عرب میں ﴿جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ﴾ کی شان سے غالب ہوا تھا۔

موجودہ ماحول میں اسلام اور مسلمانوں کے جو حالات ہیں، ان سے بڑی مایوسی ہوتی ہے اور کیفیت یہ ہو جاتی ہے کہ ؎

سنبھلنے دے مجھے اے نا امیدی کیا قیامت ہے
کہ دامانِ خیالِ یار چھوٹا جائے ہے مجھ سے!

اس نا اُمیدی کے چکر سے نکلنے اور ''دامانِ خیالِ یار'' کو مضبوطی سے تھامنے کے لیے ان احادیث کو حرزِ جان بنائیں، انہیں پڑھیں، یاد کریں، انہیں لوگوں تک پہنچائیں۔

(محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی کتاب ''ختم نبوت کے دو مفہوم اور تکمیل رسالت کے عملی تقاضے'' سے اقتباس)

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز اندازہ مقرر کے ساتھ پیدا کی ہے

شام کی موجودہ شورش:

اُمتوں کے فیصلہ کن ٹکراؤ کی تمہید؟

امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 7 ستمبر 2012ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[آیات قرآنی کی تلاوت اور خطبہ مسنونہ کے بعد]

حضرات! سورۂ قمر ہمارے زیر مطالعہ ہے۔ میں نے آج آپ کے سامنے اِس کی آخری آیات تلاوت کی ہیں۔ یہ سورۂ مبارکہ 55 آیات پر مشتمل ہے، اور اس کے تین رکوع ہیں۔ اس سورت میں سابقہ رسولوں کی اقوام پر تکذیب حق کے نتیجے میں آنے والے عذاب کا بڑی جامعیت کے ساتھ ذکر آیا ہے۔ اس ضمن پانچ اقوام یعنی قوم نوحؑ، قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوطؑ اور آلِ فرعون کا تذکرہ ہے۔ اور اس سورت کا خاص مضمون فہم قرآن کے آسان ہونے کا بیان ہے جو آیت

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝۴۰﴾

کی صورت میں چار مرتبہ یہاں آیا ہے، اور اس پر تفصیل سے گفتگو بھی ہو چکی ہے۔

سورت کے آخری حصہ میں جس پر اس وقت گفتگو پیش نظر ہے، فرمایا:

﴿اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ۝۴۹﴾

''ہم نے ہر چیز اندازہ مقرر کے ساتھ پیدا کی ہے۔''

اللہ نے ہر شے کے لیے ایک اصول، ایک قاعدہ متعین کیا ہوا ہے، دنیا میں نافرمانوں پر عذاب کب آئے گا اور کس درجے میں آئے گا۔ یہ بھی اللہ نے طے فرما دیا ہے، اور قیامت کب آنی ہے، اس کا بھی تعین اللہ کے ہاں ہے۔ پھر اس آیت کے اندر ایک وسیع مفہوم بھی ہے۔ یعنی جب ہر شے کی ایک limit ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی شے اللہ کے قابو سے باہر نہیں ہے۔ یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسی مخلوق کو پیدا کرے کہ خود اس کے ہاتھوں عاجز آ جائے۔ نہیں بلکہ ہر چیز پر اُسی کا مکمل کنٹرول ہے۔ کوئی شے اپنے بل پر قائم ہی نہیں رہ سکتی جب تک کہ اللہ کا اذن نہ ہو۔ کوئی شے اللہ کی گرفت سے باہر نہیں ہے۔ انسان کو اللہ نے کتنی قدرت دی ہے، وہ کہاں تک جا سکتا ہے، اس کی بھی ایک limit ہے اور وہ پہلے سے طے ہے۔ کوئی اس حد کو کراس کر سکتا ہے، نہ اللہ کے قابو سے باہر ہی نکل سکتا ہے۔ قرآن میں جگہ جگہ آیا ہے کہ کوئی ہماری گرفت سے نکل نہیں سکتا۔ اس لیے کہ کائنات میں ہر چیز اللہ کی مخلوق ہے، اور مخلوق اپنے وجود کے لیے اللہ کی محتاج ہے۔ ایک لمحے بھی کسی شے کا وجود برقرار رہ نہیں سکتا جب تک کہ اللہ اسے قائم نہ رکھے۔

﴿وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ۝۵۰﴾

''اور ہمارا حکم تو آنکھ کے جھپکنے کی طرح ایک بات ہوتی ہے۔''

قرآن مجید میں یہ مضمون کئی جگہ آیا ہے کہ جب اللہ کسی کو مٹانے کا فیصلہ کرے تو آن واحد میں مٹا سکتا ہے۔ وہ چاہے تو پوری نوع انسانی کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دے اور کسی اور مخلوق کو لے آئے۔ وہ اس پر بھی قدرت رکھتا ہے کہ جب چاہے قیامت برپا کر دے۔ اُسے تیاری کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ قرآن کے مطابق قیامت تو بھاری پڑ رہی ہے۔ وہ واقع ہونے کی منتظر ہے، اللہ نے اُسے روکا ہوا ہے۔ اور جیسے ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے رکاوٹ ختم ہو جائے گی اور اُس کا فیصلہ آجائے گا، اسی لمحے قیامت آجائے گی۔ اور اللہ کا فیصلہ تو ایسے ہی ہے جیسے کہ ایک مرتبہ آنکھوں کا ادھر سے اُدھر ہو جانا۔ اُسے اپنے فیصلے کو نافذ کرتے دیر نہیں لگتی۔

﴿وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝۵۱﴾

''اور ہم تمہارے ہم مذہبوں کو ہلاک کر چکے ہیں تو کوئی ہے کہ سوچے سمجھے؟''

یہ قریش سے خطاب ہے۔ دیکھو تمہاری جیسی اور بہت سے اقوام کو جنہوں نے رسولوں کا انکار اور تکذیب کی، ہم ہلاک کر چکے ہیں۔ اِس میں تمہارے لئے سبق ہے۔ تمہیں چاہیے کہ اس سے نصیحت حاصل کرو۔ یہ نہ بھولو کہ تکذیب حق کے نتیجے میں تم پر بھی عذاب آ سکتا ہے۔

﴿وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ۝۵۲ وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ۝۵۳﴾

''اور جو کچھ انہوں نے کیا (ان کے) اعمال ناموں میں (مندرج) ہے (یعنی) ہر چھوٹا اور بڑا کام لکھ دیا گیا ہے۔''

دیکھو، ہر چیز کا ریکارڈ رکھا جا رہا ہے۔ ابوجہل کیا کر رہا ہے، ابولہب کس انداز سے مخالفت کر رہا ہے، ولید بن مغیرہ کس انداز سے ڈھٹائی کا مظاہرہ کر رہا ہے، ہر چیز ریکارڈ ہو رہی ہے۔ ہر چھوٹی بڑی بات باقاعدہ درج کی جا رہی ہے۔ سورت کے آخر میں فرمایا:

﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ۝۵۴ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝۵۵﴾

''جو پرہیزگار ہیں وہ باغوں اور نہروں میں ہوں گے۔ (یعنی) پاک مقام میں ہر طرح کی قدرت رکھنے والے بادشاہ کی بارگاہ میں۔''

اس سورۂ مبارکہ سے پہلے سورۂ قٓ سے لے کر اب تک جتنی سورتیں بھی ہم نے پڑھی ہیں اُن میں یہ بات کہ جنت متقین کے لئے ہے، ابتدائی حصے میں آئی

ہے۔ یہاں یہ بات آخر میں آ رہی ہے۔ اللہ نے واضح کر دیا کہ عالم آخرت جو اصل زندگی ہے، میں پہنچنا تو سب کو ہے مگر وہاں عیش و آرام میں صرف اہل تقویٰ ہوں گے۔ وہ لوگ جو اس دنیا میں رہتے ہوئے اللہ سے ڈرتے رہے اور محاسبے کے خیال سے اپنے نفس کے منہ زور گھوڑے کو لگام دیئے رکھی، حلال پر اکتفا کیا اور حرام سے مجتنب رہے، وہی کامیاب و کامران ہوں گے۔ وہ باغات اور چشموں میں، بہت ہی باعزت مقام میں ہوں گے۔ اس لیے کہ وہاں مہمان داری اللہ کی ہے جو خالق کائنات ہے۔ ہمارے حکمرانوں کی خواہش ہوتی ہے کہ عزت افزائی کے لیے کہیں امریکہ سے دورے کی آفر آ جائے۔ متقین کا مقام کس قدر بلند ہے کہ وہ اللہ کے مہمان ہوں گے جو شہنشاہ ارض و سماوات ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں میں شامل فرمائے۔

(آمین)

☆☆☆

حضرات! اپنے خطاب کے دوسرے حصے میں مجھے شام کی صورتحال پر گفتگو کرنی ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ ''عرب بہار'' ملک شام تک جا پہنچی ہے۔ لہٰذا شام اس وقت وہ سب سے زیادہ مرکز توجہ بنا ہوا ہے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سرزمین شام کا ایک بڑا مقام ہے۔ احادیث میں اس علاقے کے حوالے سے جو کچھ سامنے آتا ہے، اُس کے مطابق یہ خطہ مسلمانوں کے لیے ایک بہترین پناہ گاہ بھی ہے۔ قرب قیامت کے دور میں جو ملاحم (عالمی جنگیں) ہونے والی ہیں، جن کی پیشین گوئیاں احادیث میں بڑی تفصیل سے آئی ہیں، ان میں شام کا تذکرہ بڑی وضاحت کے ساتھ آیا ہے۔ اب تک عرب دنیا میں جو جنگ چل رہی تھی، وہ کویت اور عراق تک محدود رہی۔ عراق پر امریکہ نے دو بار حملہ کیا، مگر ابھی تک شام کا تذکرہ نہیں آ رہا تھا، لیکن اب اس حوالے سے شام نمایاں ہے۔ احادیث میں جس شام کا تذکرہ آتا ہے اس سے مراد وہ پورا علاقہ ہے جس میں موجودہ شام کے علاوہ فلسطین بھی شامل ہے۔ جامع ترمذی کی ایک روایت ہے جس کو احمد اور حاکم نے نقل کیا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے (شام والوں کے لیے بہت ہی پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے) فرمایا: ''خوشخبری ہے شام کے لئے، خوشخبری ہے شام کے لئے، خوشخبری ہے شام کے لئے۔'' لوگوں نے پوچھا: اے رسول اللہ ﷺ، کس وجہ سے؟ آپؐ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے فرشتے شام پر پروں کو پھیلائے ہوئے ہیں (یعنی شام پر اللہ کی خصوصی رحمت ہے)۔'' اسی شام میں وہ ارض مقدس (فلسطین) بھی ہے جس کے بارے میں قرآن میں آیا کہ ﴿الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا﴾ ''جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں لے گیا تا کہ ہم اسے اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھائیں۔'' (بنی اسرائیل:1)

ایک اور حدیث بھی مسند احمد کی ہے اور اسے حاکم نے بھی نقل کیا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''جب فتنوں کا دور آئے گا تو پھر ایمان شام میں ہوگا۔ (یعنی جو اصحاب ایمان و یقین ہوں گے وہ شام میں ہوں گے)۔'' مسند احمد کی ایک اور روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''شام جمع ہونے کی جگہ بھی ہے اور منتشر ہونے کی بھی۔'' ایک اور حدیث میں جو جامع ترمذی میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر شام میں فساد برپا ہو گیا تو پھر تمہارے اندر کوئی خیر نہیں رہے گا۔'' گویا شام پوری اُمت مسلمہ کا ایک علامتی معاملہ ہے۔ کہ اگر وہاں بھی اسلام ختم ہو گیا یا بگاڑ آخری درجے کو پہنچ گیا تو پھر امت مسلمہ کے لیے کوئی مقام نہیں رہے گا۔ ایک اور روایت حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے نماز فجر ادا فرمائی۔ پھر آپؐ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور دعا فرمائی ''اے اللہ! ہمارے لیے برکت ڈال دے ہمارے شہر مکہ میں۔ اے اللہ! برکت عطا فرما ہمارے اس شہر مدینہ میں۔ (پھر آپؐ نے فرمایا) اے اللہ! ہمارے لئے برکت ڈال دے ہمارے شام میں۔'' ایک شخص نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمارے عراق میں بھی؟ تو آنحضور ﷺ نے اس سے گریز فرمایا۔ علماء نے بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ نے عراق کو اپنی دُعا میں شامل نہیں کیا۔ چنانچہ وہاں بہت سے فتنے اٹھے ہیں۔ ایک اور حدیث میں آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''آخری زمانے میں حضر موت کے مقام سے ایک آگ ظاہر ہوگی، اور پھر لوگ اکٹھے ہوں گے۔ ہم نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسولؐ، پھر ہمارے لیے کیا حکم ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایسی صورت میں تمہیں شام میں جانا چاہیے۔'' ایک اور حدیث مسند امام احمد میں ہے۔ حضرت ابو الدرداءؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''مسلمانوں کا خیمہ جنگ کے روز غوطہ (ایک جگہ کا نام ہے) میں ہوگا مدینہ کی طرف جسے دمشق کہا جاتا ہوگا جو مدائن شام کے بہترین علاقوں میں سے ایک ہے۔''

ایک روایت میں ہے کہ ''شام کے تمام شہروں میں سب سے بہتر دمشق ہے''۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بارے میں جو احادیث آئی ہیں اُن میں بھی شام کا تذکرہ ملتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق کے مشرقی حصے میں سفید مینار کے پاس نازل ہوں گے۔'' یہ حدیث صحاح ستہ کی اکثر کتابوں میں ہے۔ اسی مفہوم کی ایک اور حدیث ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب دمشق کے مشرقی حصے کے ایک مینار سے اُتریں گے تو جب سر نیچا کریں گے تو اُس سے پانی کے قطرے گر رہے ہوں گے اور جب سر اُٹھائیں گے تو اُس سے موتیوں کی مانند دانے گریں گے۔ اسی سلسلے میں ایک اور بہت اہم روایت وہ ہے، جس میں حضور ﷺ نے فرمایا: جب ''ملاحم (قرب قیامت کی بڑی جنگیں) ہوں گی تو اللہ تعالیٰ دمشق سے ایسے سچے اہل ایمان کو بھیجے گا جو تمام عرب میں سب سے زیادہ جنگجو، سب سے زیادہ باعزت، گھڑ سوار اور بہترین اسلحہ رکھنے والے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے سے دین کی تائید فرمائے گا۔'' (سنن ابن ماجہ، حاکم) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شام آنے والی جنگوں کا مرکز بننے والا ہے۔ ایک اور حدیث میں جو عوف بن مالک سے مروی ہے، آپؐ نے قیامت سے پہلے چھ باتوں کا تذکرہ فرمایا۔ اُن میں سے آخری بات آپؐ نے یہ فرمائی کہ ''تمہارے اور بنی اصفر کے درمیان صلح ہوگی (اکثر لوگوں نے اس سے مراد یورپی اقوام لیا ہے)۔ پھر وہ بے وفائی (غداری) کریں گے۔ پھر اُسّی (80) جھنڈے لے کر تم پر چڑھائی کریں گے۔ ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار کا لشکر ہوگا''۔ اسی مضمون کا تذکرہ ایک اور حدیث میں بھی ہے جس سے بات اور زیادہ واضح ہوتی ہے۔ یوں کہنا چاہیے کہ اس سے اس واقعے کا سیاق و سباق سامنے آتا ہے۔ حدیث کے راوی حضرت ذو مخمرؓ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسولؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ''عنقریب اہل روم امن کی خاطر صلح کر لیں گے، پھر تم ان کے ساتھ مل کر ایسے دشمن سے لڑو گے جو ان کے ورے ہے۔ تم سلامت رہو گے، مال غنیمت حاصل کرو گے۔ پھر تم ایک ٹیلوں والی چراگاہ میں قیام کرو گے، پھر رومیوں کا ایک آدمی کھڑا ہو کر

صلیب بلند کرے گا اور کہے گا صلیب غالب آ گئی۔ اس کے بعد ایک مسلمان کھڑا ہو کر اسے قتل کر دے گا۔ رومی عہد توڑ دیں گے۔ پھر خونریز جنگیں ہوں گی۔ وہ تمہارے خلاف اَسّی (80) جھنڈوں تلے اکٹھے ہوں گے اور ہر جھنڈے تلے 12 ہزار کا لشکر ہوگا۔''

یہ بات واضح کر دی جائے کہ قربِ قیامت کے حوالے سے آنے والی احادیث کے موجودہ دور پر انطباق کے بارے میں یقین اور قطعیت کے ساتھ کہنا بہت مشکل ہے۔ پھر یہ بات بھی ہے کہ اس وقت آنحضورﷺ نے جس انداز سے اِن باتوں کو ذکر کیا وہ کسی حد تک علامتی (symbolic) بھی ہے۔ مثلاً دجال کے حوالے سے احادیث میں یہ بات آئی ہے کہ اُس کے پاس بے پناہ قوت ہوگی، اور اس کے کنٹرول کا یہ عالم ہوگا کہ اس کے گدھے کا ایک قدم مدینہ میں اور دوسرا شام میں ہوگا۔ یہاں گدھے کا ذکر جہاز کے لئے بطور علامت ہو سکتا ہے۔ اس لیے کہ اس وقت جب یہ بات فرمائی گئی تھی لوگ جہاز کا تصور بھی نہیں رکھتے تھے۔ لہٰذا ہو سکتا ہے کہ بات کو سمجھانے کے لیے علامتی طور پر ''گدھے'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہو کہ اس کا ایک قدم مدینہ اور دوسرا شام میں ہوگا۔ بہت سے الفاظ اور باتیں جو اس وقت کے لوگوں کے لیے ناقابل فہم تھیں، آج ہمیں سمجھ میں آ رہی ہیں۔ بہرکیف اِن احادیث کی صحیح تطبیق ایک مشکل کام ہے۔ اس میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔

اس وقت شام میں جو صورتحال ہے وہ بالکل غیر متوقع طور پر سامنے آئی ہے۔ شام میں عوامی تحریک جو گذشتہ سال 15 مارچ سے شروع ہوئی اب زوروں پر ہے، حالانکہ وہاں بشارالاسد کا نظام مملکت، خاص طور پر فوج پر بہت زیادہ کنٹرول رہا ہے۔ ہمارے ایک ساتھی نے الجزیرہ ٹی وی پر بشارالاسد کے نمائندے کو یہ بات تک کہتے ہوئے سنا کہ (نعوذ باللہ) فرشتے اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے سے ہاتھ کھینچ سکتے ہیں، مگر شام کی فوج بشارالاسد کو نہیں چھوڑ سکتی۔ شام کے حوالے سے میڈیا پر ایسے نعرے بھی آ رہے ہیں جو اللہ کی انتہا درجے کی توہین پر مبنی ہیں۔ مثلاً ''البعث دینی و بشار ربی'' (بعث میرا دین ہے اور بشارالاسد میرا رب ہے) اور ''قبل اللہ نعبد بشار'' (اللہ سے بھی پہلے ہم بشار کی بندگی کرتے ہیں) اس قسم کی جابرانہ فضا میں یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ حکومت کے خلاف کوئی عوامی تحریک کھڑی ہوتی۔ اس کے دور دو امکانات نہیں تھے، لیکن ایسا فی الواقع ہو گیا ہے۔

شام کے حوالے سے اس وقت امریکہ اور نیٹو کی دلچسپی بھی اس بات میں ہے کہ بشار حکومت کو ختم کیا جائے، ان لوگوں کو اسلام سے کوئی دلچسپی نہیں ہے، وہ اپنے حساب سے صورتحال دیکھ رہے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اس علاقے پر بھی اُن کا تسلط ہو۔ دوسری طرف شامی حکومت کی پشت پر روس اور چین ہیں، جو یہ نہیں چاہتے کہ اس علاقے میں امریکہ کا تسلط ہو۔ چنانچہ وہ بشار حکومت کو بھرپور سپورٹ کر رہے ہیں۔ چنانچہ اس وقت صورتحال ایسی بن گئی ہے کہ شام میں امریکہ کا جو مفاد ہے وہی مسلمانوں کا بھی ہے (اگرچہ مقاصد مختلف ہیں)۔ اس لیے کہ وہاں کی حکومت انتہا درجے میں اللہ سے باغیانہ کردار اپنائے ہوئے ہے۔ مسلمان سمجھ رہے ہیں کہ ایسی باغی حکومت کو ہٹانا ہمارے مفاد میں ہے، اور امریکہ بھی شامی حکومت کا خاتمہ اپنے مفاد میں سمجھتا ہے۔ دونوں کا مشترک دشمن روس ہے جو شامی حکومت کے پیچھے کھڑا ہے۔ اِس لئے کہ اسے معلوم ہے کہ شام میں طرطوس کی بندرگاہ اُس کے لیے گرم پانیوں تک پہنچے کا واحد راستہ ہے اور اگر وہ راستہ بھی اُس سے چھن گیا تو پھر اس کے پاس کوئی ٹھکانہ نہیں رہے گا۔

مستقبل میں کیا ہوتا ہے، یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا۔ لیکن اِس وقت کی صورتحال حدیث رسولؐ کی پیشین گوئی کے مطابق دکھائی دیتی ہے کہ تم رومیوں کے ساتھ صلح کرو گے اور پھر تم دونوں مل کر ایک ایسے دشمن کا مقابلہ کرو گے جو تمہارے پیچھے ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب) ہو سکتا ہے کہ بالآخر یہ صورتحال مسلمانوں اور اہل مغرب کے درمیان اس تصادم کا پیش خیمہ بن جائے جس کا تذکرہ احادیث میں الملحمۃ العظمٰی کے حوالے سے آیا ہے۔ الملحمۃ العظمٰی والد محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا خاص موضوع تھا۔ امریکہ نے جب ایک سازش کے تحت پہلی مرتبہ عراق پر حملہ کیا اور سعودی عرب اور عرب ممالک نے امریکہ کو اپنے اڈے دیئے تھے اُسی وقت والد محترمؒ نے کہہ دیا تھا کہ عراق کی جنگ ام المحارب ہے۔ اِس سے ان جنگوں کا آغاز ہوگا جو آخری زمانے میں ہونے والی ہیں۔

امریکہ اور نیٹو کے پیچھے اصل قوت یہود ہیں جن کے اپنے عزائم ہیں، جن میں سرفہرست گریٹر اسرائیل کا قیام اور تھرڈ ٹمپل کی تعمیر ہے۔ یہودیوں کے مطابق اُن کا ٹمپل 70ء کے بعد سے اب تک گرا پڑا ہے۔ وہ اس کی بنیادیں تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ اسی سکیم کے تحت مسجد اقصیٰ کے نیچے سرنگیں کھودی جا رہی ہیں، تاکہ اس کو گرایا جائے اور پھر ٹمپل تعمیر کیا جائے۔ یہ ہے وہ ساری سکیم جس کی تیاری ہو رہی ہے۔ اس سکیم سے پہلے اُن کے پیش نظر عرب دنیا کے اندر سے مزاحمت کی قوت کو ختم کرنا ہے۔ یہ اسرائیل کا اصل مشن ہے۔ اسرائیل کو عراق سے خطرہ تھا۔ چنانچہ اُس نے عراق پر امریکہ کو مسلط کر دیا۔ عراق پر بالکل جھوٹی بنیاد پر حملہ کیا گیا کہ اُس کے پاس وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیار موجود ہیں جن سے پوری نوع انسانی کو خطرہ ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ سب جھوٹ تھا۔ عراق سے ایسے کوئی ہتھیار نہیں ملے۔ اس کے بعد افغانستان پر حملہ کیا گیا۔ اس لیے کہ یہاں پر جہادی لوگوں کی ٹریننگ ہو رہی تھی اور جہاد زندہ ہو رہا تھا۔ ٹارگٹ یہ تھا کہ جہادی تحریک کو کچلا جائے، تاکہ مستقبل میں اسرائیل کے لئے عسکری خطرہ باقی نہ رہے۔ اس کے بعد صیہونیوں کا ٹارگٹ پاکستان ہے اِس لئے کہ ہم سے بھی اسرائیل کو خطرہ ہے۔ اور اب شام دہکتی ہوئی بھٹی بن گیا ہے۔ اس صورتحال سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ وہ اگلے مراحل شروع ہو سکتے ہیں۔ قربِ قیامت کے اور بھی بہت سے آثار ظاہر ہو چکے ہیں۔ لگتا ہے کہ آخری دور آنے والا ہے۔ بہرکیف احادیث کی روشنی میں قربِ قیامت سے قبل اصل ٹکراؤ سابقہ امت مسلمہ یہود اور موجودہ اُمت مسلمہ مسلمانوں میں ہونا ہے۔ یہودیوں کے ساتھ عیسائی بھی شامل ہیں۔ اسی لئے قرآن نے دونوں کو بریکٹ کیا ہے کہ

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ ‌ؔۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ‌ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝٥١﴾ (سورۃ المائدہ)

''اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور جو شخص تم میں سے ان کو دوست بنائے گا وہ بھی انہیں میں سے ہوگا۔ بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

یہ اُمتوں کا ٹکراؤ ہے۔ اِس آخری ٹکراؤ کا میدان یہی مشرق وسطیٰ بنے گا۔ حدیث رسول سے معلوم ہوتا ہے کہ ان معرکوں میں عرب مسلمانوں پر سب سے زیادہ ہلاکت آنی ہے۔ کیونکہ وہ اس وقت دین کے سب سے

بڑے غدار ہیں۔ اُن کی زبان میں قرآن نازل ہوا تھا، مگر وہ دنیاداری کے چکر میں پڑ کر پستی کی انتہاؤں کو جا پہنچے ہیں۔ اگرچہ ان میں نیک لوگ بھی ہیں لیکن مجموعی طور پر عربوں کے حالات اچھے نہیں ہیں۔ عربوں کے بعد اُمت مسلمہ میں سب سے بڑے مجرم ہم پاکستانی مسلمان ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں معجزانہ طور پر یہ خطہ زمین عطا کیا تھا، تاکہ اُس کے دین کو انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اختیار کرتے، لیکن ہم نے اسلام کی تعمیل ونفاذ کی بجائے ارض پاک کو ناپاک بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ ہماری یہ روش انتہادرجے کی ناشکری اور دین سے غداری ہے۔ اسی بنا پر ہم عذابوں کی گرفت میں ہیں، اور اب ہمارے گرد دائرہ اور تنگ ہو رہا ہے۔ امریکہ سے پریشان ہو کر اب ہم روس کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ یہ سٹریٹجی اگرچہ اچھی ہے، امریکہ کو چھوڑنا چاہیے، اور اُس کے بجائے روس کے ساتھ اچھے تعلقات بنائے جانے چاہئیں لیکن المیہ یہ ہے کہ ہم مسئلہ کے اصل حل کی طرف آنے کو تیار نہیں۔ ہمارے لئے نجات کا اصل راستہ رجوع الی اللہ ہے۔ مگر ہم اللہ کی طرف بڑھنے پر آمادہ نہیں۔

آخری زمانے کی جنگوں کا نتیجہ کیا ہوگا؟ یہ واضح ہے کہ ان جنگوں میں بالآخر دجالی قوتوں کو شکست ہوگی، لیکن اس سے پہلے بڑے پیمانے پر اس اُمت مسلمہ خاص طور پر عرب مسلمانوں پر عذاب ٹوٹے گا۔ ان جنگوں کا سب سے بڑا میدان شام ہے، جو گریٹر عرب کا حصہ ہے اور بڑی فضلیت والی زمین ہے۔

حضرات! شام کے حوالے سے میں نے کچھ متفرق سی باتیں آپ کے سامنے رکھی ہیں، جن کا تذکرہ صحیح احادیث میں آیا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث میں شام کا ذکر ملتا ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا قبلہ درست کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں ان لوگوں میں شامل کرے جو اپنا خون پسینہ اللہ اور اس کے دین کے لیے لگا رہے ہیں اور دجالی قوتوں سے معرکہ آرا ہیں۔ برادرانِ اسلام! معرکہ شروع ہو چکا ہے۔ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہم کس کی صف میں کھڑے ہیں اور کس کے لیے کام کر رہے۔ اہل حق کے حمایتی ہیں یا طاغوتی طاقتوں کی کے طرف دار ہیں۔ ہم میں سے ہر شخص کو خود اپنا محاسبہ کرنا چاہیے۔

(مرتب: محبوب الحق عاجز)

پریس ریلیز 7 ستمبر 2012ء

امریکی چنگل سے آزادی حاصل کر کے روس سے تعلقات اُستوار کرنا اچھی سٹرٹیجی ہے، لیکن اصل کام یہ ہے کہ ہم انفرادی اور ریاستی سطح پر اللہ کی بندگی اختیار کر کے کائنات کی سپریم قوت کی مدد سے امت مسلمہ کا تحفظ کریں

قادیانی آستین کے سانپ ہیں، اُنہیں تمام کلیدی عہدوں سے برطرف کیا جائے

حافظ عاکف سعید

امریکی چنگل سے آزادی حاصل کر کے روس سے تعلقات اُستوار کرنا اچھی سٹرٹیجی ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ کرنے کا اصل کام تو یہ ہے کہ ہم دنیا میں مقام حاصل کرنے کے لئے انفرادی اور ریاستی سطح پر اللہ کی بندگی اختیار کریں اور کائنات کی سپریم قوت کی مدد اور تائید سے امت مسلمہ کا تحفظ کریں۔ اُنہوں نے کہا کہ تمام مسلمان ملک متحد ہو کر امت مسلمہ ایک وحدت کی صورت اختیار کرے اور عالم کفر کا ڈٹ کر مقابلہ کرے وگرنہ عراق لیبیا اور شام کی طرح تمام مسلمان ممالک میں مسلمانوں کا خون بہتا رہے گا اور اُس کا فائدہ عالم کفر اٹھائے گا۔ یوم ختم نبوت کے حوالہ سے گفتگو کرتے ہوئے اُنہوں نے کہا کہ قادیانی آستین کے سانپ ہیں اور وہ پاکستان اور اسلام کے مفاد کے خلاف دنیا بھر میں متحرک ہیں۔ اُنہوں نے مطالبہ کیا کہ تمام قادنیوں کو کلیدی عہدوں سے برطرف کیا جائے۔ اُنہوں نے کہا کہ قانونی طور پر طے کیا جائے کہ آئندہ کسی مسلمان کے قادیانی ہونے پر اُسے مرتد قرار دیا جائے اور شرعی سزا نافذ کی جائے۔

(جاری کردہ: شعبہ نشر واشاعت تنظیم اسلامی)

بقیہ: خلافت فارم

نمٹنے کے بعد ہم سعودی عرب اور پاکستان سے نمٹیں گے، اور ان دونوں ممالک کا خاتمہ کریں گے۔ اب میں آپ کے سوال کی جانب آتا ہوں۔ مجھے اس موقع پر مولانا محمود حسن (اسیر مالٹا) کی بات یاد آ رہی ہے۔ جن دنوں میں وہ مالٹا میں قید تھے، ایک علمی ذوق رکھنے والا شخص جیل سپرنٹنڈنٹ تھا۔ وہ اکثر مولانا سے علمی موضوعات پر گفتگو کرتا رہتا تھا۔ ایک روز مولانا نے اُس سے کہا کہ تم ہماری کمزور سی خلافت کے پیچھے ہاتھ دھو کر کیوں پڑ گئے ہو۔ اِس پر اُس انگریز سپرنٹنڈنٹ نے کہا کہ مولانا آپ اتنے بھولے نہ بنیں، ہم جانتے ہیں کہ اس کمزور سی خلافت میں بھی اتنی طاقت ہے کہ اگر قسطنطنیہ میں بیٹھا خلیفہ اعلان جہاد کردے تو اُس کی پکار پر پوری دنیا کے مسلمان میدان جہاد میں نکل آئیں گے۔ بہر کیف پچھلی صدی میں مسلمانوں کو سیاسی آزادی تو مل گئی لیکن مسلمان آزادی کے باوجود معاشی لحاظ سے انتہائی بدتر حالات میں گرفتار ہیں۔ وہ I.M.F کی اور ورلڈ بینک کی غلامی میں جکڑے ہوئے ہیں، امت مسلمہ کے تمام مسائل ومصائب اور مشکلات کا حل یہ ہے کہ مسلمان دنیا کے کسی خطہ میں خالصتاً اسلامی نظام قائم کریں اور پھر اُسے دوسرے ملکوں میں ایکسپورٹ کیا جائے۔ نظام خلافت کے قیام ہی سے مسلمانوں کے حالات سنوریں گے۔ اسی لیے امریکہ اور صیہونی خلافت اور شریعت کو کسی صورت برداشت کرنے پر آمادہ نہیں۔ احیائے شریعت اور قیام خلافت کے خوف کی وجہ سے امریکہ نے افغانستان میں طالبان کے خلاف کارروائی کی تھی۔ دشمن یہ جانتے تھے کہ اگر یہ نظام کامیاب ہو گیا تو دوسرے اسلامی ملکوں میں بھی اس نظام کو اپنانے کی امنگ پیدا ہوگی جو آگے چل کر امریکہ اور اسرائیل کے مفادات کے خلاف ہوگی۔ امریکہ اور یورپ کی قوت کی بنیاد درحقیقت سرمایہ داری نظام پر قائم ہے اور سرمایہ دارانہ نظام کے مقابل اب صرف اسلام ہے جو ایک مکمل معاشی، سیاسی اور معاشرتی نظام فراہم کرتا ہے۔ لہٰذا امریکہ اور اُس کے اتحادیوں کی یہ کوشش ہے کہ اسلامی نظام کسی صورت دوبارہ قائم نہ ہو سکے۔ اب ہر ملک کے مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ اسلامی نظام کے قیام کی کوششیں کریں اور جب کسی ایک جگہ یہ مکمل نظام قائم ہو جائے تو خلافت کی بنیاد پر تمام اسلامی ممالک کو اکٹھا کیا جائے۔ پھر آپ دیکھیں کہ کیسے سلامتی کونسل اور اقوام متحدہ مسلمانوں کے خلاف کوئی فیصلہ دیتی ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کے پاس اس کے علاوہ اب کوئی چارہ نہیں ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا نظام قائم کریں۔ نظام خلافت کے قیام ہی سے ساری دنیا سے سرمایہ دارانہ اور باطل نظام کا خاتمہ ہوگا۔ (مرتب: محمد بدرالرحمٰن)

امن کی ''نراشا''

تورا کینہ قاضی

آج کل امن کی آشا کے بڑے چرچے ہیں۔ یعنی اپنے ازلی وابدی دشمن بھارت کے ساتھ پیار ومحبت کی پینگوں کے! ایک اشاعتی ادارے نے اس معاملے میں یوں ہنگامہ برپا کر رکھا ہے جیسے اگر قوم نے اس پر توجہ نہ دھری اور آگے بڑھ کر اپنے اس ازلی وابدی دشمن کو سینے سے نہ لگایا تو گویا آسمان ہی ٹوٹ پڑے گا۔ کوئی قیامت ہی تو آ جائے گی۔ اللہ کا صد ہزار شکر کہ مٹھی بھر بے عقل وبے مغز عناصر کے سوا کوئی اس امن کی آشا کی پذیرائی کرتا نہیں دکھائی دیتا۔ کرے بھی تو بھلا کیوں کر؟ ہمارے ملک کی غالب اکثریت کا کیا کوئی گھر ایسا ہے جس میں کوئی ہندو یا سکھ کا ڈسا ہوا موجود نہ ہو؟ اور اس کے دل میں ان کے خلاف شدید نفرت موجود نہ ہو، اور وہ اس کا ادراک نہ رکھتا ہو کہ اس قوم سے دوستی، اتحاد، محبت، ہمدردی، غمخواری کی توقعات بالکل عبث ہیں؟ کیا حضرت قائد اعظم جو پہلے کانگریس میں تھے، ہندو مسلم اتحاد کے سفیر کہلاتے تھے، ہندو بنیے کی فطرت سے آگاہ ہونے کے بعد نہیں فرما گئے تھے کہ ہندو اور مسلم دو جدا قومیں ہیں۔ یہ کبھی اکٹھی نہیں ہو سکتیں؟ اس اشاعتی ادارے والے کیا قائد اعظم سے زیادہ ہندوؤں کی فطرت سے آگاہ اور ان کا تجربہ رکھتے ہیں! اقبال سے زیادہ چشم بصیرت رکھتے ہیں جنہوں نے دو قومی نظریہ کی تائید وحمایت کی؟ جو یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ تقسیم برصغیر کو چھ عشرے سے زیادہ عرصہ گزرنے کے بعد اب ہندوؤں کے دلوں سے اپنے ملک کی تقسیم کا دکھ اور غم ختم ہو چکا ہوگا۔ وہ ہماری دوستانہ مسکراہٹوں کا جواب ایسی ہی دوستانہ مسکراہٹوں سے دیں گے۔ بے مغزی اور خوش فہمی کی بھی حد ہوتی ہے!

ہندو کیا یہ بھول سکتا ہے کہ گزشتہ زمانوں میں بھارت ماتا یا گؤ ماتا کی سرحدیں کہاں سے کہاں تک دراز ہوتی چلی جاتی تھیں۔ یہ راس کماری سے لے کر سرحد پار افغانستان اور تبت تک اور ساحل مکران سے لے کر سرحدات برما کے پار تک پہنچتی تھی۔ اب سکڑ سکڑ کر کتنی سمٹ گئی ہیں۔ اسے نہ اشوک اعظم و کنشک و ہرش کے سنہری دور بھول سکتے ہیں نہ چندر گپت موریہ کا زریں عہد۔ نہ بعد کے راجوں مہاراجوں کے ادوار، جو ہر چند کے آپس کے دشمن اور اپنے اپنے الگ علاقوں کے حکمران تھے، مگر غیر ملکی حملہ آوروں کے خلاف صرف اور صرف بھارت ماتا یا گؤ ماتا کی خاطر ایک ہو جایا کرتے تھے۔ باہمی مناقشتوں اور نا اتفاقی نے اسے جس طرح مسلمانوں کا غلام بنایا اس سے اس نے یہ چانکیائی کلیہ حرز جان بنا لیا کہ زندہ اور سربلند رہنے کے لیے ''بغل میں چھری منہ میں رام رام'' کی سیاست اعلیٰ ترین سیاست ہے۔ اس کلیۂ سیاست پر عمل کرتے ہوئے اس نے انگریز آقاؤں کو اپنا دوست اور ہمدرد ضرور بنا لیا، ان سے سب کچھ منوا لیا، لیکن قائد اعظم کی فراست وبصیرت کا مقابلہ نہ کر سکا اور بھارت ماتا یا گؤ ماتا کے ٹکڑے ہوتے دیکھنے پر مجبور ہوا۔ یہ دکھ، یہ صدمہ، یہ احساسِ ذلت وشکست اس کے دل میں یوں جا گزیں ہوا کہ اس میں ہر گزرتے وقت کے ساتھ تلخی اور گہرائی ہی آتی گئی۔ اس کے اندر زہر بھرتا رہا۔ پاکستانیوں بلکہ بھارت کے اندر رہنے والے مسلمانوں کے خلاف تک اس کی نفرت اور غصے میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ جس کی واضح مثالیں بھارت میں آئے دن کے ہندو مسلم فسادات اور گجرات والہ آباد کے مسلم کش واقعات ہیں۔ پاکستان کے خلاف وہ تین جنگیں لڑ چکا ہے۔ کشمیر کو وہ دبائے بیٹھا ہے۔ اس کے متعلق اقوام متحدہ اور اقوامِ عالم کسی کی نہیں سنتا۔ وقتِ تقسیم پاکستان کے حصے میں آنے والے مالی وفوجی اثاثے بھی اس نے دبا لیے۔ مسلم اکثریتی حیدر آباد اور جونا گڑھ کو جبراً اپنے اندر ضم کر لیا۔ پاکستان کی طرف سے دوستی کی تمام تر کوششوں اور بھاگا دوڑی کے باوجود اس کا ایک بازو کاٹ کر بنگلہ دیش بنا دیا۔ پھر پاکستانی برف زار سیاچن پر قبضہ جمایا۔ پھر پاکستان کے دریاؤں کے درپے ہوا۔ یہ ہمارے کتنے ہی دریاؤں کے رخ موڑ کر یا ان پر غیر قانونی بند بنا کر ہمیں قحط اور خشک سالی کی طرف دھکیل رہا ہے۔ ہمارے ملک میں بدامنی، قتل و غارت، فتنہ وفساد، صوبائی اور علاقائی نفرتوں، عداوتوں کی آگ بھڑکا رہا ہے۔ علیحدگی کی ہر تحریک کی پشتیبانی کر رہا ہے۔ کیوں؟

اس لیے کہ اس نے نہ مسلمانوں کی ہزار سالہ غلامی کو بھلایا ہے (ہر چند کہ اس کے ساتھ روادارانہ سلوک کیا گیا) نہ بھارت ماتا یا گؤ ماتا کے ٹکڑے ہونے کو۔ ہزاروں سال پہلے کے اکھنڈ بھارت کے قیام کا خواب جو یہ اس وقت دیکھ رہا ہے ہمیشہ دیکھتا رہے گا۔ اس کے لیے یہ خفیہ ''نقب زنی'' کے ساتھ ''بغل میں چھری منہ میں رام رام'' کے کلیۂ سیاست سے بھی کام لے رہا ہے۔ ہندو اور سکھ بچوں کی طرف سے پاکستانی سکولوں کے بچوں کو ملنے والے محبت بھرے خطوط، ثقافتی وفود، راگ وموسیقی کی محافل، ادباء وشعراء کے مسلسل دورے، پاکستانی فنکاروں کی بے ہودہ بھارتی فلموں میں کھپت، تجارتی میدانوں کے سبز باغ یہ سب اسی چانکیائی کلیہ سیاست کی عملی تصویریں ہیں، جسے وہ مخصوص اشاعتی ادارے کے کرتا دھرتا اور ان کے مالی موالی سمجھ نہیں پا رہے۔

اِسے بے حمیتی اور بے ضمیری کی انتہا کہنا چاہیے کہ ہم ان مردوں عورتوں بچوں بوڑھوں کو بھول جائیں جنہیں ان کے گھروں میں یا پاکستان آتے ہوئے راستے میں بڑی سفاکی اور بے رحمی سے شہید کر دیا گیا۔ ان عفت مآب دوشیزاؤں کو بھول جائیں جنہوں نے اپنی عصمتیں بچانے کے لیے کنوؤں میں چھلانگیں لگا دیں۔ ان حیا کی پتلیوں کو بھول جائیں جنہوں نے ہندوؤں اور سکھوں کے ہاتھ لگنے سے بچنے کے لیے اپنے باپ بھائیوں کے ہاتھوں موت قبول کی۔ ان ماؤں کو بھول جائیں جن کے پیٹ چاک کر کے ان سے بچے نکال کر انہیں ہلاک کر دیا گیا۔ ان معصوم بچوں کو بھول جائیں جنہیں ہوا میں اچھال اچھال کر نیزوں کی انیوں

میں پرو یا گیا۔ ان معصوم پھولوں کو بھول جائیں جنہیں بھاری بوٹوں تلے کچل ڈالا گیا۔ ان شہیدوں کو بھول جائیں جنہیں ان کے ماں باپ کے سامنے بے دردی سے ذبح کیا گیا۔ ان دوشیزاؤں کو بھول جائیں جن کی ان کے باپ بھائیوں کے سامنے عصمت دری کی گئی۔ ان بے شمار دوشیزاؤں کو بھی بھول جائیں جو ہندوؤں اور سکھوں کے ہتھے چڑھ کران کی ہندو اور سکھ بیویاں بن کر ان کے ہندو اور سکھ بچوں کی مائیں بننے پر مجبور ہوئیں۔

اب ہندو اور سکھ ٹالنے کے انداز میں کہتے ہیں کہ وہ سب کچھ ہمارے بزرگوں کا کیا دھرا تھا۔ ہم تو آپ کے لیے دوستی اور محبت کے پھول لے کر آئے ہیں۔ یہ سراسر کذب اور دروغ بیانی ہے۔ ہندوؤں اور سکھوں کی نئی نسل بھی ہمارے بارے میں وہی خیالات اور جذبات رکھتی ہے جوان کے پُرکھوں کے تھے۔ بس ذرا کینچلی تبدیل ہوگئی ہے۔

لہٰذا ''امن کی آشا'' کے دھوکے میں مت آیئے۔ یہ ''آشا'' نہیں ''نراشا'' ہے۔ عوام کا حافظہ اگر کمزور نہیں ہوا تو انہیں یاد ہی ہوگا کہ جب کچھ مدت پہلے دونوں ملکوں کی سرحدات ایک دوسرے کے لیے کھلی تھیں اور طرفین نے ایک دوسرے کے ملک میں آمدورفت شروع کی تو کیا ہوا تھا؟ ہمارے ہاں قدم رنجہ فرمانے والے ہر بھارتی نتھو خیرے کو تو سر پر بٹھایا گیا۔ پھولوں تحفوں سے لادا گیا۔ اس کے اعزا میں طرح بطرح محافل ومجالس برپا کی گئیں۔ بے حدوحساب پیار ومحبت، اس پر نچھاور کی گئیں۔ قالین کی طرح اس کے قدموں میں بچھا گیا۔ لیکن ہمارے یہاں سے بھارت جانے والوں کی کیا قدر افزائی ہوئی؟ اس بارے میں اخبارات ورسائل میں بے شمار مضامین چھپ چکے ہیں۔ اتمام حجت کے لیے محترمہ ثریا حفیظ الرحمٰن کی کتاب ''جس دیش میں گنگا بہتی ہے۔'' پڑھ لینا ہی کافی ہے۔ ہماری طرف سے وہاں جانے والوں کو وہاں سے سوائے شرمندگی، ندامت اور دل کی جلن کے کچھ نہیں ملا۔ اور تو اور جو اداکار یہ سوچ کر خوشی خوشی وہاں دوڑے گئے تھے کہ اب ان کی بھارتی فلم انڈسٹری میں جگہ پکی ہے انہیں عرقِ ندامت میں غرق انتہائی مایوسی، دکھ اور شرمندگی کے عالم میں واپس آنا پڑا۔

یاد رکھیے! ہندو ہم سے کبھی خوش نہیں ہوسکتا، خواہ ہم اس سے کتنی ہی محبت کی پینگیں بڑھائیں۔ اس کے سامنے بچھ بچھ جائیں۔ اس کے سامنے اپنے ملک اور اسے بنانے والوں کی مذمت کریں، انہیں گالیاں دیں۔ اپنے گھر اور دل کے دروازے اس کے لیے چوپٹ کھول دیں۔ اس وقت تک جب ہم اسے انتہائی عجز آمیز ندامت اور بے چارگی سے یہ نہیں کہہ دیتے کہ مہاراج! ہم سے غلطی ہوئی۔ ہمارے لیڈروں سے غلطی ہوئی بلکہ مہا پاپ ہوا کہ بھارت ماتا کے ٹکڑے ٹکڑے کروا بیٹھے۔ ہمیں معاف کردیجئے۔ ان ٹکڑوں کو جوڑ لیجئے۔ ہمیں اپنے اندر ضم کر لیجئے۔ ہمارے مائی باپ بن جائیں۔

ہمیں یہود ونصاریٰ ومشرکین کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو نہیں بھولنا چاہیے کہ یہ ہرگز تمہارے دوست اور ہمدرد نہیں بن سکتے۔ خصوصاً یہود اور مشرکین تو مسلم دشمنی میں سب سے بڑھ کر ہیں۔ اور اس معاملے میں ایک دوسرے کے ساتھی ہیں۔ مسلمان بالخصوص پاکستانیوں کے خلاف اسرائیل اور بھارت گٹھ جوڑ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ اس لیے پاکستانیوں کے لیے لازم ہے کہ وہ بھارت کے لیے دلوں میں نرم گوشہ پیدا کرنے اور اس کے لیے محبت ودوستی کے جذبات ابھارنے کے مقصد کے لیے ایجاد کی جانے والی اس شیطانی ترکیب ''امن کی آشا'' کی چال میں نہ آئیں۔ اپنی آنکھیں کھلی رکھیں۔ عقل وشعور کو بیدار رکھیں۔ ہماری عاقبت نا اندیش حکومت بھارتی حکومت کو خوش کرنے کی ہر کوشش میں ناکام ہوکر اس کے لیے اب اپنا تجارتی میدان کھول رہی ہے۔ اس حقیقت سے یکسر لاعلم کہ ہندو بنئے کی کاروباری میدان میں چالاکی وہوشیاری کا مقابلہ مسلمان کبھی نہیں کرسکتے۔ یہ ہمارے ملک میں قدم رکھے گا تو ہماری معیشت کا پوری طرح سے بیڑہ غرق کرنے کے ساتھ ہی ہمارے کپڑے بھی اتار لے جائے گا۔ خبردار رہیے!

طریق القرآن

پہلے اڑھائی پاروں یعنی سورۃ فاتحہ اور سورۃ البقرہ کی سیرت محمدی ﷺ کی روشنی میں تفسیر

1۔ قرآن حکیم کو ابتدا سے سیکھنے کے آرزومندوں کے لیے بہترین تحفہ
2۔ داعیان دین کے لیے منزل کی پہچان
3۔ انقلاب اسلامی کے داعیوں کے لیے اس انقلاب کی بنیادوں سے تعارف
4۔ دنیا کی عزت بحیثیت امت مسلمانوں کا حق ہے۔ مگر کیسے؟
5۔ سیکولر دنیا کے اسلامی خلافت کے خلاف اتفاق کی وجوہات۔
6۔ قرآنی فکر کو عام کرنے کے خواہش مندوں کے لیے بنا بنایا 25 روزہ کورس
7۔ اتحادِ اُمت کی ضرورت کے پیش نظر ہر مسلمان کی ضرورت
8۔ خطباتِ جمعہ کے لیے بہترین موضوعات

رعایتی قیمت -/150 روپے (ڈاک خرچ کے ساتھ -/200 روپے)

مصنف محمد منیر احمد فارغ التحصیل قرآن اکیڈمی لاہور۔ موبائل نمبر 0333-6314487

تقریظ ڈاکٹر مفتی محمد ادریس صاحب

(نواسہ مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی، مدیر اعلیٰ جامع معارف الاسلام، اسلام آباد)

کتاب ملنے کا پتہ: محمد رمضان اینڈ کمپنی غلہ منڈی ہارون آباد، ضلع بہاولنگر۔ موبائل نمبر: 0333-6314487

شام کا جاری بحران، اسلامی دنیا اور عالمی طاقتوں کے عزائم

خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

تجزیہ کار: مہمانانِ گرامی: محمد انیس الرحمٰن، ایوب بیگ مرزا

میزبان: وسیم احمد

سوال (ایوب بیگ مرزا سے): شام میں صدر بشار الاسد کے خلاف عوامی تحریک برپا ہے۔ پہلے آپ شام اور اُس کے حکمران بشار الاسد خاندان کے بارے میں بتائیں؟

ایوب بیگ مرزا : پچھلی صدی کے آغاز میں تمام مسلمان حکومتیں یا تو اپنے زوال کو پہنچ چکی تھیں یا پھر دوسری قومیں اُن پر بلاواسطہ یا بالواسطہ حکمرانی کر رہی تھیں۔ مسلمانوں کے مرکز یعنی سلطنتِ عثمانیہ کو بھی 1924ء میں مکمل طور پر ختم کر دیا گیا تھا۔ لیکن آپ غور کریں کہ سلطنت عثمانیہ کے خاتمہ سے پہلے یورپ نے 1917ء میں بالفور ڈکلیریشن کیا، جس کے تحت خاص طور پر یہودیوں کو خطۂ عرب میں بسنے کی اجازت دی گئی۔ تاریخ کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ یہودیوں کو خطۂ عرب میں بسنے کی مخالفت آج سے نہیں بلکہ کئی صدیوں پہلے سے ہے۔ جب خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس کو فتح کیا تھا تو وہاں پر موجود عیسائیوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ وعدہ لیا تھا کہ وہ یہودیوں کو یہاں بسنے نہیں دیں گے۔ لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہودیوں کو صرف اس بات کی اجازت دی تھی کہ وہ فلسطین زیارت کے لیے تو آ سکتے ہیں مگر وہاں بس نہیں سکتے ہیں۔ یہ بات عیسائیوں سے ہونے والے معاہدہ میں باقاعدہ درج بھی کی گئی ہے۔ بہرحال بالفور ڈکلیریشن کے ذریعے یہودیوں کو فلسطین میں بسایا گیا۔ یہ دور صنعتی ترقی کے آغاز کا دور تھا اور یورپ اس بات کو بھانپ چکا تھا کہ آئندہ کسی بھی ملک اور قوم پر تسلط حاصل کرنے کے لیے توانائی کا حصول نہایت ناگزیر ہے۔ چونکہ خطہ عرب میں تیل دریافت ہو چکا تھا اور سرزمین عرب سونا اُگل رہی تھی، لہٰذا یورپ کی نظر خطۂ عرب پر جم گئی، جس کے تحت اِس خطۂ عرب کو نہ صرف تقسیم کیا گیا بلکہ عربوں کے دشمن یہودیوں کو وہاں لا بسایا گیا۔ یوں یورپ کے مختلف ممالک نے خطہ عرب کے مختلف حصوں پر اپنا نا جائز تسلط قائم کر لیا۔ شام معاہدۂ سائیکس پائیکس کے تحت فرانس کے حصہ میں آیا۔ الاسد خاندان کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ نہایت ابن الوقت اور مفاد پرست قسم کے لوگ ہیں۔ اِس کا ایک مظہر یہ ہے کہ شام پر فرانسیسی تسلط (1910ء تا 1940ء) کے زمانے میں موجودہ شامی صدر بشار الاسد کے دادا علی سلیمان عبدالملک نے جو اُس وقت استعماری حکومت میں وزیر تھا شام کی تحریک آزادی کی مخالفت کی تھی۔ اور اُس وقت کے فرانسیسی وزیر اعظم سے 1936ء میں باقاعدہ تحریری طور پر یہ درخواست کی تھی کہ وہ شام کو آزاد نہ کرے، بلکہ صرف محدود علوی اکثریتی علاقے ہی کو آزادی دینے پر اکتفا کرے۔ انیسویں صدی میں الاسد خاندان نے حکومت فرانس کے ساتھ اتنے قریبی تعلقات قائم کر لیے تھے کہ حکومت فرانس نے اس خاندان کو فرانس میں بسنے کی اجازت دے دی تھی۔ پھر 1950ء میں فرانس نے اس خاندان کو اپنی سیاسی حکمت عملی کے تحت شام منتقل کر دیا تھا۔ شام کے سابق صدر حافظ الاسد نے پہلے ایئر فورس میں شمولیت اختیار کی۔ 1967ء کی عرب اسرائیل جنگ میں حافظ الاسد وزیر دفاع تھے۔ اِس جنگ میں عربوں کو بدترین شکست ہوئی تھی۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وزیر دفاع کو نکالا جاتا، لیکن اِس کی بجائے اُس نے 1971ء میں فرانس کی مدد سے شامی حکومت ہی کا تختہ اُلٹ دیا اور خود وزیر اعظم بن گیا اور ایک آمر کی حیثیت سے ایوان اقتدار پر قابض ہو گیا۔ پھر 1972ء میں یہ شخص شام کا صدر بن گیا۔ حافظ الاسد کا تعلق مذہبی لحاظ سے علوی فرقہ سے ہے۔ یہاں اس بات کو ذہن نشین رکھا جائے کہ علوی فرقہ کا تعلق اہل سنت سے نہیں ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ شام میں 12 سے 15 فیصد آبادی علوی فرقہ پر مشتمل ہے، جبکہ 80 سے 85 فیصد سنی مسلمان ہیں لیکن اس کے باوجود شام پر علوی فرقہ کے لوگ مسلط ہیں۔ 1982ء میں الاخوان المسلمون نے حافظ الاسد کی حکومت گرانے کے لیے ایک تحریک شروع کی تھی، حافظ الاسد نے تحریک کو کچلنے کے لیے اپنے ہی لوگوں پر فضائیہ کے ذریعہ خوفناک بمباری کروائی۔ لہٰذا وہ بغاوت ناکام ہو گئی۔ حافظ الاسد کی حکومت اتنی ظالمانہ تھی کہ کہا جاتا ہے کہ میاں بیوی بات کرتے ہوئے گھبراتے تھے کہ کہیں اُن کی باتیں ریکارڈ نہ کر لی جائیں۔ حافظ الاسد حکومت نے اپنی تمام قوم کو جبر اور دہشت کی زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا۔ جہاں تک موجودہ Up-Rising کا تعلق ہے تو اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ایک اقلیتی جماعت نے اکثریت کو بری طرح دبا کر رکھا ہوا تھا۔ پھر اقربا پروری اور کرپشن وغیرہ کا معاملہ بھی عروج پر تھا۔ شام میں وہی لوگ کاروبار اور اقتدار حاصل کر سکتے تھے جو الاسد خاندان کے انتہائی قریب تھے۔ لہٰذا عوام میں ایک عرصہ سے موجود بے چینی اب ظاہر ہوئی ہے جس نے حکومت کا تختہ تقریباً اُلٹ دیا ہے۔

سوال : شام میں علوی فرقہ مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ توڑ رہا ہے۔ ان حالات میں شامی مسلمانوں کے لئے مسلمان ممالک سعودی عرب اور ترکی وغیرہ کی مدد اور حمایت تو سمجھ میں آتی ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ امریکہ اور یورپ حکومت کے مخالفین کی پُر زور مدد کیوں کر رہے ہیں؟

محمد انیس الرحمان : یہ نہایت اہم سوال ہے کہ امریکہ اور نیٹو شام کے معاملے میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہے ہیں اور اُن کے اس حوالے سے کیا مفادات ہیں۔ امریکہ اور نیٹو نے اس وقت یہ موقف اپنایا ہوا ہے کہ شامی حکومت اپنے لوگوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ رہی ہے، لہٰذا امریکہ اور نیٹو افواج شامی عوام کو اس ظلم و ستم سے نجات دلوانا چاہتے ہیں۔ مگر سوچنے کی بات یہ ہے کہ اسد حکومت تو ہمیشہ مغرب نواز رہی ہے۔ پھر امریکہ اور نیٹو اس کے خلاف کیوں ہو گئے ہیں۔ حقیقت میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسد حکومت کا رجحان امریکہ کی بجائے روس کی جانب زیادہ ہو گیا تھا۔ میری نظر میں بنیادی طور پر یہ روس و امریکہ اور اسرائیل کی جنگ ہے جو اس وقت پراکسی وار کی صورت میں لڑی جا رہی ہے۔ بلکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ افغان روس جنگ کا بنیادی مقصد ہی یہی تھا کہ روس کو مشرق وسطیٰ سے دیس نکالا جا سکے۔ کیونکہ اس زمانے میں جنوبی یمن، شام، عراق اور لیبیا وغیرہ پر روس کا کافی اثر و رسوخ قائم تھا۔ اسرائیل اِسے اپنے مستقبل کے عزائم میں رکاوٹ سمجھتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ افغانستان میں روس کے خلاف لڑی جانے والی

جنگ میں مشرق وسطیٰ کے وہ مغرب نواز حکمران جنہوں نے اپنے وقتوں میں الاخوان المسلمون اور دوسری اسلامی تحریکوں کو دبا کر رکھا ہوا تھا، اب جہاد کی فضیلت پر لمبی لمبی تقریریں کررہے تھے۔ جس کے نتیجے میں عالم عرب سے لوگوں کی بہت بڑی تعداد افغانستان میں آ گئی۔ ہمارے سامنے تازہ مثال لیبیا اور شام کی ہے۔ شام میں اب وہی کھیل کھیلا جا رہا ہے جو اس سے پہلے لیبیا میں کھیلا گیا ہے۔ لیبیا میں نیٹو نے باغیوں کی مدد کی تھی۔ لیکن تازہ صورتِ حال کے مطابق نیٹو لیبیا میں باقاعدہ فوجی اڈے بنا کر بیٹھ گئی ہے، جبکہ انقلابیوں کا ابھی تک کوئی مستقل سیٹ اپ نہیں بن سکا ہے۔ یہی صورتِ حال اب شام میں درپیش ہے کیونکہ یہ جغرافیائی لحاظ سے روس کے بھی قریب ہے اور خلیج کی ریاستوں کے ساتھ ساتھ متصل ہونے کی وجہ سے ایک اہم کلیدی کردار ادا کر رہا ہے۔ اسی طرح فکری لحاظ سے شام ایران کا بھی اتحادی کہلاتا ہے۔ یہ تمام معاملات امریکہ کے لیے ناقابل قبول ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ اور نیٹو اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے شام میں مداخلت کر رہے ہیں۔ یہ سب ڈھونگ اور ڈراما ہے کہ امریکہ کو مسلمانوں کے ساتھ کوئی ہمدردی ہے۔ انھیں مسلمانوں پر ہونے والے ظلم وستم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے بلکہ وہ چاہتے ہیں کہ شام میں طرطوس کی بندرگاہ جہاں پر روسی ایٹمی آبدوزوں اور بحری بیڑوں کی ری فیولنگ ہوتی ہے اُسے ختم کر دیا جائے۔ اسی طرح اگر آپ ترکی اور سعودی عرب کے حوالے سے شام کی صورتِ حال کو ملاحظہ کریں تو یہ بالکل وہی معاملہ ہے جو پاکستان اور افغانستان کا ہے۔ جس طرح پاکستان افغانستان میں ہونے والے کسی بھی معاملے سے بے خبر نہیں رہ سکتا، اسی طرح ترکی شام کے معاملے میں خاموشی اختیار نہیں کر سکتا ہے۔ جیسے بہت بڑی پشتون آبادی پاکستان اور افغانستان کی سرحدوں کے آر پار ہے اسی طرح کُرد آبادی کا بڑا حصہ ترکی اور شام کی سرحدوں کے آر پار ہے۔ امریکہ اور نیٹو آنے والے دنوں ایک بہت بڑے ایڈوانچر کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس لیے یہ کہنا کہ امریکہ اور نیٹو کو شام کے مسلمانوں کے ساتھ کوئی ہمدردی ہے قطعاً غلط ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ امریکہ اور نیٹو مشرق وسطیٰ میں اسرائیل کو مضبوط بنانا چاہتے ہیں، جس کے لیے یہ سارا ڈراما رچایا جا رہا ہے۔ شامی حکومت کا خاتمہ مہینوں میں نہیں بلکہ دنوں میں ہوتا نظر آ رہا ہے۔ شام کی موجودہ حکومت کے خاتمہ کے بعد امریکہ حکومت کے خلاف برسرپیکار جنگجوؤں کے خلاف ہو جائے گا۔ بالآخر اُس شخص کو دمشق میں حکمران بنایا جائے گا جو اسرائیل اور امریکہ کا حمایت یافتہ ہوگا۔

ایوب بیگ مرزا : میں انیس الرحمن صاحب کی بات کی پُرزور تائید کروں گا کہ امریکہ جو اس وقت شام میں مسلمانوں کا ہمدرد بنا ہوا ہے درحقیقت اُسے مسلمانوں سے کوئی ہمدردی نہیں ہے بلکہ وہ خطہ عرب کے اندر اور باہر ایک ایسا تاثر قائم کرنا چاہتا ہے جس سے یہ محسوس ہو کہ مشرق وسطیٰ میں اب اسلامی حکومتیں قائم ہونا چاہتی ہیں، کیونکہ ان مغرب نواز حکمرانوں کے خلاف سب سے زیادہ وہاں کی عوام اور خاص کر اسلام پسند جماعتوں نے جدوجہد کی ہے۔ لہٰذا اب حکومتیں بھی وہاں اسلام پسندوں کی بنیں گی۔ اس لیے امریکہ اور اُس کے اتحادی اسرائیل وغیرہ اسلام پسند حکومتیں بننے کے بعد وہاں کوئی عذر تلاش کریں گے، تاکہ اِن اسلام پسندوں کے خلاف کارروائی کی جا سکے۔ کیونکہ 9/11 کے واقعہ کے ذریعہ امریکہ اپنے عوام اور دُنیا کو یہ جھوٹی بات باور کرا چکا ہے کہ مسلمان دہشت گرد ہیں۔ اگر آپ غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ یورپ کے لوگ جنگ کی جانب فوراً مائل نہیں ہوتے، وہاں کی حکومتیں دوسرے ممالک پر اپنا تسلط قائم کرنے اور اسلحہ بیچنے کے لیے جنگیں کرتی اور کرواتی ہیں لیکن اس کے لئے انہیں اپنے عوام کو یہ جواز فراہم کرنا پڑتا ہے کہ ان ممالک پر دہشت گرد حکومتیں مسلط ہو چکی ہیں، لہٰذا ان کا خاتمہ انتہائی ناگزیر ہے۔ اس طرح وہ اپنے عوام کو تسلی دیتے ہیں۔

سوال : چین کی خارجہ پالیسی عدم مداخلت پر مبنی ہے۔ وہ تنازعات دھیمے انداز میں حل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ماضی میں ایسی بہت سی مثالیں ہیں لیکن شام کے مسئلہ پر چین بہت کھل کر سامنے آیا ہے، یہاں تک کہ اُس نے روس کے ساتھ مل کر سلامتی کونسل میں امریکی قرارداد کو ویٹو کر دیا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟

ایوب بیگ مرزا: جہاں تک چین کا تعلق ہے تو آپ دیکھیں کہ تائیوان اگرچہ چین کے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے لیکن اِس کے باوجود چین اپنے اس تنازعہ کو جنگی بنیادوں پر لے کر نہیں چل رہا ہے۔ اسی طرح 1971ء میں جب بنگلہ دیش بنا تو چین نے ایک اچھے ہمسایہ ہونے کے ناتے پاکستان کو اچھے مشورے ضرور دیئے تھے، لیکن وہ خود پاک بھارت جنگ میں نہیں کودا تھا۔ لیبیا کی موجودہ صورتِ حال کے حوالے سے چین کو اب یہ محسوس ہو چکا ہے کہ امریکہ اور یورپ اب حد سے کافی آگے نکل چکے ہیں، کیونکہ چین کو لیبیا کے حوالے سے شدید معاشی دھچکا لگا ہے۔ ظاہر ہے، سارے کا سارا جھگڑا اس وقت توانائی کے وسائل پر دسترس حاصل کرنے پر ہے، کیونکہ اس وقت کسی بھی ملک کی معیشت کا انحصار تیل پر ہے۔ چین نے شمالی افریقہ میں بہت بڑی سرمایہ کاری کی ہوئی ہے۔ اب اگر شام کا مسئلہ سنگین نوعیت اختیار کرتا ہے تو گویا چین کا شمالی افریقہ کے ساتھ رابطہ ٹوٹ جائے گا۔ اس لیے ماضی کی نسبت چین اب زیادہ کھل کر سامنے آ رہا ہے اور آئے گا، لیکن جنگی نوعیت کے حوالے سے کوئی قدم اُٹھانے سے حتی الامکان گریز کرے گا۔ شام کے حوالے سے چین نے سلامتی کونسل میں روس کے ساتھ مل کر امریکہ کے خلاف ویٹو کیا ہے۔ اسی طرح افغانستان میں امریکہ کے آنے کا دوسرا بڑا مقصد چین کو وسط ایشیا میں داخلے سے روکنا ہے۔ اس صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے چین امریکہ اور یورپ کے خلاف اب کھل کر سامنے آیا ہے۔

سوال: ترکی شام کے مسئلہ پر بڑا متحرک کردار ادا کر رہا ہے، یہاں تک کہا جا رہا ہے کہ شامی حکومت کے خلاف نیٹو حملہ کی قیادت ترکی کرے گا۔ ایسا کیوں ہے؟

محمد انیس الرحمن: ترکی کے حوالے سے ایسا ہوتا ہوا نظر نہیں آتا، کیونکہ نیٹو حملہ سے پہلے ہی اسد حکومت کا یقینی خاتمہ ہو جائے گا۔ کیونکہ اس وقت انقلابی دمشق کے انتہائی قریب پہنچ چکے ہیں اور اہم حکومتی عمارات پر اُن کا قبضہ بھی ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ خود شامی فوج میں فرار کا تناسب کافی زیادہ ہو چکا ہے۔ البتہ مستقبل میں امریکہ جنوبی ترکی کے ہی اڈے استعمال کرے گا، تاکہ حملے کی صورت میں اسرائیل کو نقصان نہ پہنچے۔ کیونکہ اگر اسرائیل سے حملہ ہوتا ہے تو اس سے اسرائیل کے وجود کو خطرات لاحق ہوں گے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ جیسا شوشہ امریکہ نے عراق کے حوالے سے چھوڑا تھا کہ عراق میں ایٹمی ہتھیار ہیں جو امریکہ اور دوسرے ممالک کے لیے خطرہ ہیں، اسی طرح کا شوشہ امریکہ شام کے حوالے سے یہ کہہ کر چھوڑ رہا ہے کہ شام کے کیمیائی ہتھیار کہیں ''انتہا پسندوں'' کے ہاتھ نہ لگ جائیں۔ بڑی عجیب سی بات ہے کہ امریکہ ایک طرف تو بظاہر ''انتہا پسندوں'' کی مدد کر رہا ہے جبکہ دوسری طرف اُنھی انتہا پسندوں کو دہشت گرد بھی قرار دے رہا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے افغان جہاد میں امریکہ نے پہلے مجاہدین

کی ہر لحاظ سے مدد کی اور بعد میں جب روس تحلیل ہوا تو وہی مجاہدین دہشت گرد قرار دے دیئے۔ لہٰذا میں مرزا ایوب بیگ صاحب کی بات کی مکمل تائید کرتے ہوئے کہوں گا کہ امریکہ واقعتاً دُنیا کے سامنے مسلمان ممالک کے حوالے سے یہ ایسا تاثر پیش کرنا چاہتا ہے کہ جیسے ان مسلم حکومتوں پر ''انتہا پسند'' قابض ہو چکے ہیں۔ لہٰذا اب اسرائیل کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ قبل از وقت ان مسلم ممالک پر حملہ کر کے اپنے آپ کو بچائے۔ اِسی جواز پر یہ سارا کھیل کھیلا جا رہا ہے۔ اس کھیل کے لیے وہ یہ سمجھتا ہے کہ چین اور روس کو اس علاقے سے دور رکھنا ہوگا۔ ترکی کی جغرافیائی حیثیت کو اس سارے کام کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ لہٰذا شطرنج کا مہرہ ایک کرد قوم کے پاس اور ایک انقرہ کے پاس ہے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ ترکی کی 25 فیصد آبادی کردوں پر مشتمل ہے۔ اسی طرح شام میں 30 فیصد آبادی کردوں پر مشتمل ہے۔ لہٰذا کردستان کارڈ جو پہلے کھیل جائے گا وہ زیادہ فائدہ میں رہے گا۔ لہٰذا ترکی شام کے حالات اور کردوں کی پوزیشن کے حوالے سے کبھی غافل نہیں رہ سکتا، اُسے کوئی نہ کوئی کردار ادا کرنا ہوگا۔ دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ ترک حکومت کے ذہن میں یہ بات بھی ہے کہ عالم عرب میں اس وقت قیادت کا فقدان ہے۔ عالم عرب میں یہ عام تاثر ہے کہ ترکی عرب دنیا میں اپنا خلافت عثمانیہ والا کردار واپس لانا چاہتا ہے، یا کم از کم اپنے فیصلے عالم اسلام پر نافذ کرنا چاہتا ہے، یا پھر دُنیا میں عالم اسلام کی نمائندگی کرنا چاہتا ہے۔ اِس صورتحال کے سبب بھی ترکی بڑی حد تک شام کے ساتھ جنگی صورتِ حال کے حوالے سے اجتناب برتے گا۔ لیکن اگر روس شام کے حوالے سے براہِ راست مداخلت کرتا ہے تو امریکہ اور نیٹو نہ صرف خود اُس جنگ میں شریک ہوں گے بلکہ ترکی کو بھی فرنٹ لائن پر لائیں گے، کیونکہ ترکی خود نیٹو کا اتحادی ہے۔

سوال : روس اس مسئلہ پر انتہائی غضبناک دکھائی دے رہا ہے۔ سوویت یونین کی شکست و ریخت کے بعد پہلی مرتبہ روس اتنا کھل کر سامنے آیا ہے اور علانیہ امریکہ اور یورپ کو چیلنج کر رہا ہے۔ اِس کی کیا وجہ ہے؟

ایوب بیگ مرزا : امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو اپنے عالمی غلبہ کے راستے میں بڑی رکاوٹ روس نظر آتی ہے۔ آپ دیکھیں، امریکہ نے عراق اور لیبیا سے روس کو مکمل نکال باہر کیا ہے، اب شام اور ایران باقی رہ گئے ہیں۔ اصل مقصد وسائل پر قبضہ کر کے دُنیا پر قبضہ کرنا ہے، کیونکہ دُنیا پر قبضہ اب مالیاتی بنیادوں پر کیا جاتا ہے اور مالیاتی قبضہ وہی کرے گا جس کے پاس وسائل ہوں گے اور روس کے پاس عالم عرب میں اپنا دفاع کرنے کے لیے صرف ایک طرطوس بیس ہے۔ اسی طرح ترکی کے حوالے سے بھی یہ تاثر عام ہے کہ اگر ترکی نے نیٹو اتحادی ہونے کی وجہ سے اس جنگ میں شمولیت کی تو ہو سکتا ہے کہ ترکی کے اندر بھی انقلاب آ جائے۔ دوسری طرف روس نے 2011ء میں شام کو 1 بلین ڈالر کا اسلحہ بیچا ہے۔ اسی طرح کی اور بہت سی دوسری صنعتی و تجارتی سرمایہ کاری روس نے شام میں کی ہوئی ہے۔ ویسے تو روس کی اقتصادی حالت کچھ زیادہ اچھی نہیں ہے، لیکن اگر وہ خطہ عرب میں چھا جاتا ہے تو توانائی کے حوالے سے یورپ کی شہ رگ روس کے پاؤں تلے آ جائے گی اور پورا یورپ سردی سے ٹھٹھر کر رہ جائے گا، کیونکہ یورپ کو گیس کی سپلائی اسی خطہ سے جاتی ہے۔ لہٰذا ساری گیم انرجی اور وسائل پر قبضہ کی ہے۔ روس کے پاس اب دوسرا راستہ یہی ہے کہ وہ بشار الاسد کو چھوڑ کر انقلابیوں کے ساتھ اپنے معاملات کو درست کرے۔ عین ممکن ہے کہ وہ اپنے کچھ مفادات شام میں اس طریقہ سے بحال کر لے، بشار الاسد بہر حال روسی مفادات کا تحفظ نہیں کر سکتا۔

سوال : کہا یہ جا رہا ہے کہ امریکہ شام کے مسئلہ کو اپنی امنگوں کے مطابق حل کروا کر پھر پوری قوت کے ساتھ پاکستان پر چڑھائی کرے گا۔ آپ کی کیا رائے ہے؟

محمد انیس الرحمن : اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ پاکستان کافی عرصہ سے امریکہ کے نشانہ پر ہے۔ لیکن خوش قسمتی سے کچھ عالمی حالات ایسے بنے اور کچھ ہمارے عسکری اداروں نے ایسا قابل فخر کردار ادا کیا ہے کہ امریکہ پوری طرح اپنے عزائم میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ افغانستان میں امریکہ کا جو صیہونی و صلیبی اتحاد ہے، اُس کا افغانستان میں آنے کا مقصد یہ تھا کہ ایک تو افغانستان میں کامیاب اسلامی حکومت کے قیام کا تجربہ ہونے جا رہا تھا اور دوسرا اُس کے پڑوس میں دوسرا اسلامی ملک پاکستان جوہری ہتھیاروں سے لیس تھا۔ یہ صورتِ حال امریکہ اور اسرائیل کے لیے ناقابل قبول تھی۔ اس کے علاوہ تیسرا کوئی مقصد نہیں تھا۔ امریکہ افغانستان میں بظاہر اپنی جنگ ختم کر چکا ہے۔ افغانستان میں اب اُس کی موجودگی صرف پاکستان کے لیے ہے۔ لہٰذا اس بات کا قوی امکان ہے کہ جیسے ہی وہ شام سے فارغ ہو، پوری قوت کے ساتھ پاکستان پر دباؤ ڈالے کہ پاکستان اپنے ایٹمی ہتھیار تلف کرے، کیونکہ امریکہ اور اسرائیل یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک پاکستان کے پاس جوہری ہتھیار موجود ہیں تب تک مشرق وسطیٰ میں اسرائیل کے مقاصد پورے نہیں ہو سکتے۔ اِس لئے کہ جب اسرائیل خطہ عرب میں تیل کے ذخائر پر قبضہ کرے گا تو سعودی عرب یا کوئی دوسرا خلیجی ملک امریکہ یا کسی دوسرے یورپی ملک کو تو مدد کے لیے نہیں پکارے گا۔ اُس وقت مسلمان ممالک کے پاس واحد راستہ صرف پاکستان ہوگا۔ گزشتہ صدی کی عرب اسرائیل جنگ میں بھی ہمیں پاکستان کے حوالے سے کچھ نہ کچھ کردار نظر آتا ہے۔ اب جیسے ہی خلیجی ممالک میں حالات مزید خراب ہوتے ہیں تو پاکستان کھل کر اپنا کردار ادا کرے گا۔ لہٰذا پاکستان کی اُس حیثیت کے خاتمے کے لیے بلوچستان، پنجاب اور خیبر پختونخوا وغیرہ میں جان بوجھ کر حالات خراب کروائے جا رہے ہیں، تاکہ پاکستان کو ایک ناکام ریاست منوا کر اُس کے ایٹمی اثاثوں پر قبضہ کیا جا سکے۔ اس وقت امریکہ، اسرائیل اور بھارت تینوں کا فوکس پاکستان پر ہے۔ دوسرا اہم پہلو یہ ہے کہ بھارت اس خطہ میں اسرائیل کا سب سے بڑا اتحادی ہے۔ اس لیے مستقبل میں اسرائیل پاکستان اور چین کو بھارت کے ذریعہ کنٹرول کرنا چاہتا ہے۔ اسی مقصد کے لیے بھارت کی معیشت کو بڑھا چڑھا کر دکھایا جاتا ہے اور انڈین فلموں کے ذریعہ انڈین سوسائٹی کی بطور خوشحال معاشرے کے عکاسی کی جاتی ہے حالانکہ یہ سراسر جھوٹ ہے، اگر یہ سچ ہوتا تو انڈیا کی نصف سے زائد آبادی غربت کی انتہائی نچلی سطح پر زندگی نہ گزار رہی ہوتی۔ درحقیقت اس خطہ میں بھارت کو پاکستان کے خلاف امریکی تھانیدار کا رول ادا کرنے کے لیے تیار کیا جا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مغرب کے بڑے بڑے عہدیدار نئی دہلی میں آ کر پاکستان کے خلاف سخت بیانات دیتے ہیں، جس کے بارے میں ہماری اعلیٰ قیادت کو سوچنا چاہیے۔

سوال : امت مسلمہ اِس وقت جن حالات سے دوچار ہے، آپ اِن حالات سے نکلنے کا کیا راستہ تجویز کریں گے؟

ایوب بیگ مرزا : میں انیس الرحمٰن صاحب کی بات کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے کہوں گا کہ پاکستان کے حوالے سے ایک ایسا راز فاش ہوا ہے جس میں امریکی صدر بش اور فرانسیسی صدر کی ایک ٹیلی فونک گفتگو ہے، جسے ایک اخبار نے شائع کیا تھا۔ اس کے مطابق بش نے فرانس کے صدر سے یہ کہا تھا کہ عراق کے مسئلہ سے

(باقی صفحہ 6 پر)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ

فرقان دانش

جندب بن جنادہ جو عام طور سے اپنی کنیت ابوذر کے ساتھ مشہور ہیں، قبیلہ غِفار کے ایک فرد تھے۔ قبیلہ غِفار، ودان کی وادی میں آباد تھا جو مکہ شہر کو باہر کی دنیا سے جوڑتی تھی۔ وہ اپنی شجاعت و دلیری، حلم و دانشمندی کی بنا پر ان میں سب سے منفرد و ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ وہ اپنے قبیلہ میں اس لحاظ سے بھی امتیازی خصوصیت کے مالک تھے کہ وہ ان بتوں سے سخت بے زار اور دل برداشتہ تھے جن کو ان کے قبیلے نے اللہ کے مقابلے میں اپنا معبود بنا رکھا تھا۔

جب ابوذر کے پاس مکہ میں ظاہر ہونے والے نئے نبی کی خبریں پہنچنے لگیں تو انہوں نے اپنے بھائی انیس کو بلا کر کہا: ''پیارے بھائی! تم مکہ چلے جاؤ اور اس شخص کے حالات معلوم کرو جو اس بات کا دعویٰ کر رہا ہے کہ وہ اللہ کا رسول ہے اور اس کے پاس آسمان سے وحی آتی ہے۔ اس سے اس کی باتیں سنو اور یہ ساری معلومات مجھے لا کر دو۔''

ابوذر کے بھائی انیس مکہ پہنچے اور وہاں انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کر کے ان کی باتیں سنیں اور اپنے قبیلے میں واپس آ گئے۔ ابوذر، جو نہایت بے چینی کے ساتھ ان کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے، ان سے ملے اور بڑے اشتیاق سے نئے نبی کے حالات دریافت کئے۔ انیس نے انہیں بتایا: ''میں ایک ایسے شخص سے ملا جو مکارم اخلاق کی دعوت دیتا ہے اور ایسا کلام سناتا ہے جو شعر و شعری سے بہت بلند چیز ہے۔'' ''لوگ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں؟'' ابوذر نے بھائی سے دریافت کیا۔ ''وہ کہتے ہیں کہ یہ جادوگر ہے، کاہن اور شاعر ہے۔'' انیس نے ابوذر کو بتایا۔ ''تمہاری باتوں سے میرا اطمینان نہیں ہوا، نہ میری وہ ضرورت پوری ہوئی جس کے لئے میں نے تم کو بھیجا تھا۔ میں خود وہاں جا کر براہِ راست ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔'' چنانچہ ابوذر نے زادِ راہ کا انتظام کیا، اور نبی کریم ﷺ سے ملاقات کے لئے مکہ کی طرف چل پڑے۔ وہ مکہ پہنچ گئے مگر دل ہی دل میں ڈر رہے تھے۔ ان کو معلوم تھا کہ قریش اپنے معبودوں کی حمایت میں سخت غیظ و غضب سے بھرے ہوئے ہیں۔ انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ وہ ہر اس شخص کو سخت اور عبرت ناک سزائیں دیتے ہیں جو محمد ﷺ کے اتباع کا خیال بھی اپنے دل میں لاتا ہے۔ اس لئے انہوں نے کسی سے ان کے بارے میں پوچھنا مناسب نہیں سمجھا، کیونکہ انہیں معلوم نہیں تھا کہ جس شخص سے وہ پوچھیں گے وہ ان کو ماننے والوں میں سے ہوگا یا مخالفین میں سے ہوگا۔

ابوذر رات کو مسجد حرام میں رکے اور وہیں لیٹ گئے۔ اتفاق سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ادھر سے گزر ہوا تو ایک غریب الوطن پردیسی سمجھ کر انہیں اپنے ساتھ لے گئے۔ رات انہوں نے ان کے گھر گزاری اور صبح کو اپنے سامان کا تھیلا اٹھا کر مسجد میں واپس آ گئے۔ اس دوران ان دونوں میں سے کسی نے بھی ایک دوسرے کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا۔

ابوذر نے دوسرا دن بھی اسی طرح گزارا اور انہیں رسول اللہ ﷺ کے متعلق کوئی معلومات حاصل نہیں ہو سکیں۔ رات کو وہ پھر مسجد ہی میں لیٹ گئے۔ حضرت علی ؓ کا ادھر سے گزر ہوا تو انہوں نے ان سے کہا۔ ''کیا تمہیں ابھی تک اپنی منزل معلوم نہیں ہوئی۔'' چنانچہ حضرت علی ؓ پھر ان کو اپنے ساتھ لے گئے اور انہوں نے دوسری رات بھی ان کے یہاں بسر کی۔ آج بھی دونوں خاموش رہے لیکن تیسری رات حضرت علی ؓ نے ان سے مکہ آنے کا سبب دریافت کیا تو ابوذر نے کہا ''اگر وعدہ کریں کہ مجھے میرے مطلوب تک پہنچا دیں گے تو میں اپنے آنے کی غرض بتا سکتا ہوں۔''

حضرت علی ؓ کے وعدہ کرنے پر انہوں نے کہا: ''میں دور دراز سے نبی ﷺ سے ملنے اور ان کا پیغام معلوم کرنے کے لئے یہاں آیا ہوں۔'' یہ سن کر حضرت علی ؓ کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا اور بولے: ''واقعی وہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں اور دیکھو، صبح کو میں جدھر جاؤں میرے پیچھے پیچھے چلے آنا۔ اگر میں تمہارے لئے کوئی خطرہ محسوس کروں گا تو کھڑا ہو جاؤں گا اور جب چلنے لگوں تو میرے پیچھے چل پڑنا اور جہاں جاؤں چلے آنا۔''

صبح کو حضرت علی ؓ اپنے مہمان کو ساتھ لئے رسول اللہ ﷺ کے گھر کی طرف مڑے بغیر چلتے رہے۔ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے تو ابوذر نے کہا: ''السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ''! ''وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔'' رسول اللہ ﷺ نے ان کے سلام کا جواب دیا۔ اس طرح ابوذر ؓ پہلے شخص تھے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اسلامی طریقے سے سلام کیا اور بعد میں سلام کا یہی طریقہ اسلامی معاشرہ میں عام ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے سامنے اسلام کی دعوت رکھی اور قرآن کا کچھ حصہ پڑھ کر سنایا۔ ابوذر ؓ نے کسی پس و پیش کے بغیر کلمۂ حق کا اعلان کر دیا اور اپنی جگہ چھوڑنے سے پہلے دین اسلام میں داخل ہو گئے۔ وہ مسلمان ہونے والے چوتھے یا پانچویں شخص تھے۔

اس کے بعد کچھ دنوں تک وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ میں مقیم رہے۔ اس دوران آپ ﷺ نے انہیں اسلام کی تعلیم دی اور قرآن پڑھنا سکھایا، پھر فرمایا: ''مکہ میں کسی شخص کو اپنے مسلمان ہونے کی خبر نہ ہونے دینا، مجھے اندیشہ ہے کہ وہ تم کو قتل کر دیں گے۔'' لیکن انہوں نے کہا کہ جب تک مسجد حرام میں جا کر قریش کے سامنے دعوت حق کا برملا اظہار نہ کر لوں، مکہ نہیں چھوڑ سکتا۔'' اس کے بعد وہ مسجد الحرام گئے۔ اس وقت قریش کے لوگ بیٹھے ہوئے آپس میں باتیں کر رہے ہیں۔ انہوں نے ان کے درمیان کھڑے ہو کر باآواز بلند کہا: ''قریش کے لوگو! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔'' جوں ہی ان کی آواز ان کے پردۂ سماعت سے ٹکرائی وہ سب بری طرح دہشت زدہ ہو گئے۔ تیزی سے اپنی جگہوں سے اٹھے اور یہ کہتے ہوئے ان پر پل پڑے ''مارو اس

بے دین کو۔'' اور بری طرح زدوکوب کرنے لگے۔ اتنے میں نبی کریم ﷺ کے عم محترم عباسؓ بن عبدالمطلب کی نظر پڑی۔ انہوں نے آپؓ کو پہچان لیا اور ان سے بچانے کے لئے اوپر جھک گئے۔ پھر ان کو ڈانٹتے ہوئے کہا: ''تمہارا برا ہو۔ تم قبیلہ غِفار کے ایک آدمی کو قتل کرنا چاہتے ہو جبکہ تمہارے تجارتی قافلے ان کی طرف سے ہو کر گزرتے ہیں؟'' تب جا کر انہوں نے چھوڑا۔ جب ہوش و حواس بجا ہوئے تو وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے حالت دیکھ کر فرمایا: ''کیا میں نے تم کو اپنے اسلام کے اعلان سے منع نہیں کیا تھا؟'' انہوں نے عرض کیا: ''یہ میرے دل کی ایک خواہش تھی جو پوری ہوگئی۔'' پھر آپؐ نے حضرت ابوذر ؓ کو حکم دیتے ہوئے فرمایا: ''اپنے قبیلے میں جاؤ۔ جو کچھ یہاں دیکھا اور سنا ہے انہیں بتاؤ اور ان کو اللہ کی طرف بلاؤ۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ سے ان کو فائدہ پہنچائے اور تمہیں اس کا اجر عنایت فرمائے۔''

حضرت ابوذر غِفاری ؓ فرماتے ہیں کہ جب میں واپس آیا تو میرا بھائی انیس مجھ سے ملا اور پوچھا کہ آپ نے کیا کیا؟ میں نے اس کو بتایا کہ میں محمد ﷺ کی تصدیق کر کے مسلمان ہوگیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل کو بھی قبول اسلام کے لئے کھول دیا۔ اس نے کہا کہ مجھے آپ کے دین سے کوئی اختلاف نہیں ہے، میں بھی اس میں داخل ہوتا اور اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ اس کے بعد ہم اپنی ماں کے پاس گئے اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے کہا کہ تم لوگوں کے دین پر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے، میں بھی مسلمان ہوتی ہوں اور اسی روز سے اس مسلمان گھرانے نے قبیلہ غِفار میں دعوت الی اللہ کا کام شروع کر دیا۔ ان کی دعوتی جدوجہد کے نتیجے میں بنوغِفار کی ایک بڑی اکثریت دائرہ اسلام میں داخل ہوگئی۔ البتہ ان کے کچھ افراد نے کہا کہ ہم اپنے دین پر قائم رہیں گے، رسول اللہ ﷺ کے مدینہ تشریف لانے کے بعد وہ لوگ بھی مسلمان ہوگئے۔

حضرت ابوذر غِفاری ؓ اپنے قبیلے میں سکونت پذیر رہے یہاں تک کہ بدر، احد اور خندق کے معرکے گزر گئے۔ پھر وہ مدینہ منتقل ہوگئے اور ہر طرف سے کٹ کر رسول اللہ ﷺ کے ہو رہے۔ چنانچہ وہ آپ ﷺ کی صحبت اور خدمت کی سعادت سے بہرہ مند ہوتے رہے۔ رسول اللہ ﷺ بھی ان کا لحاظ کرتے اور انہیں دوسروں پر ترجیح دیتے تھے۔ جب بھی ملاقات ہوتی ان سے مصافحہ کرتے ہوئے اپنی مسرت و شادمانی کا اظہار فرماتے۔

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد جب مدینہ منورہ آپ ﷺ کی پرکشش شخصیت اور نورانی مجالس سے خالی ہوگیا تو حضرت ابوذر غِفاری ؓ کے لئے وہاں ٹھہرنے کا یارا نہ رہا۔ چنانچہ وہ شام کے ایک گاؤں میں چلے گئے اور حضرت عمر فاروق ؓ کے زمانہ خلافت تک وہیں مقیم رہے۔ حضرت عثمان ؓ کے دور خلافت میں وہاں سے منتقل ہو کر دمشق میں سکونت اختیار کر لی۔ وہاں انہوں نے دیکھا کہ مسلمان عام طور سے آرام طلبی میں منہمک اور آخرت سے غافل ہیں۔ اس بدلی ہوئی صورتحال کو انہوں نے بڑی شدت سے محسوس کیا۔ سختی سے اس کا نوٹس لیا اور بڑے تند و تیز لہجے میں اس پر اعتراضات کرنے لگے۔ لوگ ان کے اس رویے سے تنگ آگئے۔ بات حضرت عثمان غنی ؓ تک پہنچی۔ آپ ؓ نے حضرت ابوذر غِفاری ؓ کو مدینہ طلب کر لیا۔ خلیفۂ وقت حضرت عثمان بن عفان ؓ کی طلبی پر حضرت ابوذر غِفاری ؓ مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب مدینہ پہنچے تو وہاں پر بھی آپؓ کو اسی صورتحال کا سامنا کرنا پڑا، جس قسم کی صورت حال سے دمشق میں ان کو سابقہ پیش آچکا تھا۔ مدینہ میں بھی اہل مدینہ اور دیگر لوگ آسائشوں کی طرف مائل ہو چکے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوذر غِفاری ؓ نے ان لوگوں سے بھی تلخ و تند باتیں شروع کر دیں اور سخت گیری سے لوگوں کے ساتھ پیش آنے لگے۔ اس پر لوگ آپؓ سے بے زار رہنے لگے۔ جب یہ تمام صورتحال سامنے آئی تو خلیفۂ وقت حضرت عثمان غنی ؓ نے حضرت ابوذر غِفاریؓ کو مدینہ سے ''ربذہ'' چلے جانے کا حکم دیا۔ حالات کے مطابق حضرت عثمان ؓ نے یہی مناسب سمجھا۔

''ربذہ'' مدینہ کی ایک مضافاتی بستی تھی۔

چنانچہ حضرت عثمان ؓ کے حکم و ہدایت کے مطابق حضرت ابوذر غفاری ؓ اس بستی میں منتقل ہوگئے اور لوگوں سے دور، دنیاوی ساز و سامان سے بے نیاز زندگی کا بقیہ سفر طے کرنے لگے۔ ایک مرتبہ ایک شخص آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ ان کے گھر میں چاروں طرف اپنی نظریں دوڑاتا رہا۔ جب اس کو وہاں کوئی سامان نظر نہیں آیا تو اس نے آپ سے پوچھا: ''اے ابوذر ؓ! آپ کا سامان کہاں ہے؟'' حضرت ابوذر غِفاری ؓ نے جواب دیا: ''وہاں، آخرت میں ہمارا ایک گھر ہے۔ ہم اپنا اچھا اور بیش قیمت سامان وہاں بھیج دیا کرتے ہیں۔ وہی ہمارا اصل گھر ہے۔''

ایک مرتبہ شام کے گورنر نے اس ہدایت کے ساتھ آپ کے پاس تین ہزار دینار بھیجے کہ ''انہیں اپنی ضروریات پر خرچ کر لیں۔'' لیکن آپ نے یہ رقم یہ کہہ کر واپس کر دی کہ ''کیا شام کے گورنر کو مجھ سے زیادہ ذلیل کوئی شخص نہیں ملا تھا۔'' ہجرت نبویؐ کے بتیسویں سال ذی قعد میں اس عابد و زاہد صحابی ؓ کی زندگی کا سورج غروب ہوا۔ یہ وہ جلیل القدر صحابی ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''زمین کی پشت پر اور آسمان کے زیر سایہ کوئی شخص ابوذرؓ سے زیادہ سچا نہیں ہے۔''

معمار پاکستان نے کہا:

ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کے لیے نہیں کیا تھا، بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے ہیں جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں۔

(اسلامیہ کالج پشاور، 13 جنوری 1948ء)

ضرورت رشتہ

لڑکی، عمر 27 سال، تعلیم ایم ایس سی، قد 5.2، سمارٹ کے لئے صوبہ پنجاب سے مسنون شادی کے خواہشمند دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ، برسر روزگار نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 051-4539058

دعائے صحت کی اپیل

تنظیم اسلامی کورنگی شرقی، کراچی کے رفیق جناب مجیب الرحمٰن کی نانی کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں شفائے کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ قارئین سے بھی اُن کے لیے دعائے صحت کی اپیل ہے۔

"انہیں نہ بھلانا"

اُمِّ الیاس

بہنو، ہماری کئی حیثیتیں ہیں۔ماں، بہن بیٹی، بہو، ساس وغیرہ۔ہمیں چاہیے کہ ہر حیثیت سے اسلام کو شعوری طور پر اختیار کریں۔اور دین کی داعی بنیں، لیکن یہ دعوت محض زبانی نہ ہو، بلکہ عمل سے ہو۔ہمیں اپنے پہناوے، لباس اور سادہ جلباب سے، اپنے اٹھنے بیٹھنے، بات چیت کے انداز اور لب و لہجے سے، حتیٰ کہ باڈی لینگویج سے دوسری خواتین کو دعوت دینی چاہیے۔بہنو، آپ اپنے طرز معاشرت سے اپنی پہچان کرائیں اور اپنے عمل سے اسلام کا تعارف کرائیں اپنے آپ کو باعمل خاموش داعی بنائیں۔زندگی کے ہر گوشے میں توازن پیدا کریں۔زندگی میں توازن ہوگا تو پھر آپ کا کام صرف چند لگے بندھے امور کی ادائی، اور نظم تنظیم کے تحت رپورٹوں کے پُر کیے جانے تک محدود نہ رہے گا بلکہ وسعت اختیار کرے گا۔

توازن کا مرکز بندے کے رب سے رشتہ کا صحیح شعور ہے۔ جہاں آپ نے اپنی حیثیت کا غلط تعین کیا، وہیں توازن درہم برہم ہو جائے گا۔اللہ اور بندے کا رشتہ و تعلق بندگی کا ہے۔اور بندگی میں بنیادی چیز اخلاص نیت ہے۔اگر نیت خالص نہ ہوگی تو عمل خواہ کتنا ہی عمدہ ہو بجائے فائدہ کے نقصان کا باعث بنے گا۔اخلاص نیت کا فقدان جہنم میں پہنچا دے گا۔اس کے برعکس ہر کام میں رضائے الٰہی کا حصول ہی ہمارا مرکز و محور بن جائے تو پھر شعوری طور پر یہی سوچ ہوگی کہ ﴿اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (162)﴾ (الانعام)

کام کا حقیقی تصور اجاگر کریں۔اِس سے آپ کے لئے وقت کی ضرورت اور مناسبت سے ترجیحات کا تعین آسان ہو جائے گا اور گھر میں برتن دھونا، کھانا پکانا، جھاڑو دینا، کپڑے دھونا، کپڑے استری کرنا، نصابی کتب کا پڑھنا، امتحان کی تیاری، عیادت، خوش خلقی، بچوں کی دیکھ بھال اور ان کی تعلیم و تربیت، مہمانداری، میکے سسرال کا خیال رکھنا، یہ سب چیزیں کام میں شمار ہوں گی۔ ان تمام کاموں کا اندراج رپورٹ فارم میں تو نہ ہوگا، لیکن میزانِ عمل میں توازن انہی سے پیدا ہوگا۔

زندگی میں عدم توازن اُس وقت پیدا ہوتا ہے جب ہم زندگی کے چند مخصوص کاموں کو ان کے جائز مقام سے بڑھ کر اہمیت دیتے ہیں اور کچھ کاموں کو کمتر سمجھتے ہیں۔

ہمیں یہ کہا گیا ہے:﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّةً﴾(البقرۃ:208)یعنی "اے ایمان والو!اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔"اس لئے کہ مگر ہمارا المیہ یہ ہے کہ شیطان کے بہکاوے میں آ کر خود کو فراموش کر دیتے ہیں، اسلام میں پورے داخل ہونے اور اپنے آپ پر تنقیدی نگاہ ڈالنے کی بجائے غیر تحریکی بہنوں پر نظریں گاڑھے رکھتے ہیں۔ہمیں یہ احساس تو دامن گیر ہوتا ہے کہ وہ دین سے باہر ہیں، مگر اس کی فکر نہیں ہوتی کہ ہم خود کتنے دین کے اندر ہیں۔محترم رفیقات!اگر ہم اپنے آپ پر اسلام نافذ نہیں کرتے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ تنظیم اسلامی سے وابستہ ہو کر ہم تنظیم میں شگاف ڈال رہے ہیں۔دین میں پورے کے پورے داخل ہونے کے بجائے اُس سے باہر نکلے جا رہے ہیں۔دین کے ایک حصے کو تو پکڑ لیا......مگر باقی کام دوسروں کے لئے چھوڑ دیئے۔یہ سب کیا ہے؟ یہ عدم توازن ہے۔ یہ توازن کے برعکس رویہ ہے۔سوچنے کی بات یہ ہے کہ توازن کب بگڑتا ہے......توازن اُس وقت بگڑتا ہے جب ایک چیز کو اس کی جگہ اور کام سے ہٹا کر دوسری جگہ اور کام میں لگا دیا جائے۔مثال کے طور پر پُرسکون ہوا بادِ نسیم بن کر دل کو شاد کرتی ہے، لیکن توازن کا بگاڑ......طوفان بن کر درختوں کو اکھاڑ پھینکتا ہے۔زمین کی آبیاری کے لئے پانی آبِ حیات ہے۔لیکن یہ پانی بصورت سیلاب موت کا سامان ہے۔اسی طرح بعض اوقاتِ انسان دوسروں کی اصلاح میں اس قدر منہمک ہو جاتا ہے کہ خود کو بھول جاتا ہے۔اور یوں راہی بننے کے خود اپنے لیے جہنم کا راستہ چن لیتا ہے۔

تحریکی زندگی ایمانی حوالے سے یقیناً ہمارے لئے تقویت کا باعث ہے، لیکن یہ تب ہوگا جب ہم اپنی حیثیت اور ذمہ داریوں کا صحیح شعور حاصل کریں۔تحریکی زندگی کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم تنظیم و تحریک سے وابستہ ہو کر اپنے گھر کو فراموش کر دیں۔ہمیں حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کو بھی یاد رکھنا چاہیے۔یہ بات ہرگز مطلوب نہیں کہ تحریکی نظم میں منسلک ہو کر گھریلو نظم میں بے ترتیبی اور عدم توازن پیدا کر دیا جائے یا سماج کی تعلیم و تربیت اور اصلاح میں انہماک اس قدر بڑھ جائے کہ خود اپنے بچے اچھی تعلیم سے محروم ہو جائیں،......اُن کی دینی خطوط پر صحیح تربیت نہ ہو سکے۔

بہنو، آپ کا اصل دائرہ کار آپ کا گھر ہے۔آپ کا گھر، شوہر، بچے آپ کی توجہ کے طلبگار ہیں۔آپ کو تحریکی نظم اور گھر کے نظم میں توازن قائم رکھنا ہوگا، کیونکہ گھریلو اور تحریکی زندگی میں توازن اور اللہ سے آپ کے رشتے کی مضبوطی ہی آپ کے داعی ہونے کا زندہ ثبوت ہوگی۔اسی سے معلوم ہوگا کہ آپ کتنی پکی سچی شعوری مسلمان ہیں۔ خدارا! اپنے گھر اور بچوں کے معاملات سے صرف نظر نہ کرنا، کہ اپنے شوہر کے حقوق کی ادائی اور بچوں کی دیکھ بھال اور اچھی تعلیم و تربیت ہی وہ چیزیں ہیں جو آپ کی اُخروی کامیابی کا زینہ بنیں گی۔یہی امور کل آپ کی فلاح کے ضامن ہوں گے۔انہیں نہ بھلانا، انہیں نہ بھلانا، کیوں......؟

نہ جب ہم رہیں گے، یہ بچے ہمارے
عمل کی ہماری یہ کھیتی بنیں گے
جو بوئیں گے ہم آج، کل یہ کاٹا کریں گے
یہ بچے ہمارے وہی کچھ کریں گے
جو آج ہم کریں گے یہ کل وہ کریں گے
نہ جب ہم رہیں گے نہ جب ہم رہیں گے
یہ بچے ہمارے نشانی رہیں گے
ہماری تمہاری کہانی رہیں گے
نہ جب ہم رہیں گے، نہ جب ہم رہیں گے
بس اتنا ہے کہنا............

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

کراچی: تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام برما میں مسلمانوں پر تشدد کے خلاف احتجاجی مظاہرہ

تنظیم اسلامی کراچی کے زیر اہتمام گزشتہ دنوں برما میں مسلمانوں پر بدترین تشدد کے خلاف کراچی پریس کلب کے سامنے مظاہرہ کا اہتمام کیا گیا۔ افتتاحی گفتگو میں حلقہ کراچی شمالی کے ناظم دعوت جناب عامر خان نے برما میں مسلمانوں پر بدترین تشدد کے حوالے سے حکمرانوں کے رویے پر کڑی تنقید کی اور میڈیا کے وابستگان کو اپنی اخلاقی اور صحافتی ذمہ داریاں نبھانے کی تلقین کی۔ مظاہرین سے خطاب کرتے ہوئے ناظم حلقہ کراچی شمالی جناب شجاع الدین شیخ نے کہا کہ ہمارے حکمران اور انسانی حقوق کے نام نہاد چیمپئن جو کبھی سوات میں لڑکی کو کوڑے مارنے کی جعلی ویڈیو سامنے آنے پہ آسمان سر پر اٹھا رہے تھے، برما کے مسلمانوں پر ہونے والے بدترین مظالم پر شرمناک رویہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ دوسرے مسلمان ممالک، او آئی سی اور انسانی حقوق کے بین الاقوامی علمبردار بھی ان مظالم پر خاموشی اختیار کئے بیٹھے ہیں۔ ایسی صورتحال میں ہم برما کے مسلمانوں کو یہ یقین دلاتے ہیں کہ تنظیم اسلامی کے ساتھی بالخصوص اور تمام عالم اسلام کے مخلص افراد بالعموم برما کے مسلمانوں کی اصولی حمایت کرتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ ہمارا برمی مسلمان بھائیوں کو یہ مشورہ ہے کہ وہ اللہ کی ذات پر بھروسا کرتے ہوئے برما کے ظالموں کا مقابلہ کریں، اللہ تعالیٰ ان کا حامی و ناصر ہوگا۔

صدر انجمن خدام القرآن سندھ جناب اعجاز لطیف نے مظاہرین سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عمومی طور پر تو دور حاضر میں مسلمانوں پر دنیا بھر میں مظالم ڈھائے جا رہے ہیں، لیکن بالخصوص فی الوقت بدترین مظالم ان مسلمانوں پر ڈھائے جا رہے ہیں جو برما میں رہ رہے ہیں۔ وہاں کے مسلمانوں پر نہ صرف تعلیم اور دوسری معاشرتی سہولیات حاصل کرنے پر پابندی ہے، بلکہ اپنے ہی ملک میں آزادانہ سفر بھی کر نہیں کر سکتے۔ حکومت کی خصوصی اجازت کے بغیر مسلمان شادی تک نہیں کر سکتے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ برما کے حکمران اور امن کی نوبل انعام یافتہ خاتون لیڈر آنگ سانگ سوچی نے اِس صورتحال پر چپ سادھ رکھی ہے اور یوں وہ اس سربریت میں برابر کی شریک ہیں۔ برمی مسلمانوں پر ہونے والے بدترین مظالم پر عالمی برادری کی خاموشی حیران کن ہے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ برما کے صوبے اراکان میں مسلمانوں کو بے دریغ قتل کرنے اور جلائے جانے کے واقعات بدھ مذھب کے ماننے والوں کی طرف سے کیے جا رہی ہیں جو چیونٹی کو بھی مارنا صحیح نہیں سمجھتے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ بدھوں کے نزدیک مسلمانوں کی جان چیونٹی سے بھی کم وقعت رکھتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ امن پسند کہلانے والے بدھوں کا اصلی چہرہ دنیا پر ظاہر ہو چکا ہے۔ لیکن عالمی و ملکی کنٹرولڈ میڈیا ان واقعات پر مجرمانہ خاموشی اختیار کئے ہوئے ہے۔ آخر میں حافظ انجینئر نوید احمد نے دعا کی۔ اس کے ساتھ ہی اس مظاہرے کا اختتام ہوا۔ اس مظاہرہ میں رفقاء و احباب سمیت تقریباً 300 افراد نے شرکت کی۔ (مرتب کردہ: وقاص مبین خان)

حلقہ پوٹھوہار گوجر خان کے زیر اہتمام ایک روزہ تربیتی پروگرام

تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب پوٹھوہار گوجر خان کے تحت 23 اگست 2012ء کو ایک روزہ تربیتی پروگرام طیبہ مسجد جہلم میں ہوا۔ شدید بارش کے باوجود پروگرام میں 55 رفقاء نے شرکت کی۔ پروگرام کا آغاز ''اتباع رسولؐ'' کے موضوع پر محمد اشرف کی مدلل گفتگو سے ہوا۔ انہوں نے قرآن و حدیث اور سیرت صحابہؓ کی روشنی میں اتباع رسولؐ کی اہمیت بیان کی۔ ناظم حسین نے ''داعیانہ کردار'' پر گفتگو کی۔ بعد ازاں محمد نعمان نے فکر آخرت کے بارے میں سورۃ فرقان کی چند آیات کی روشنی بیانکیا۔ چائے کے وقفہ کے بعد احمد بلال ناصری کا خطاب ہوا۔ انہوں نے ''ہیں آج کیوں ذلیل'' کے موضوع پر تفصیلی گفتگو میں مسلمان کی زبوں حالی پر مفصل روشنی ڈالی۔ امیر افسر نے سورۂ مومنون کی روشنی میں مومنین کی صفات بیان کیں۔ اس کے بعد شفقت حسین شاہ نے اخوت اور ایثار کو موضوع گفتگو بنایا اور شبیر حسین نے فکر آخرت پر گفتگو کی۔ آخر میں ناظم حلقہ نے تمام پروگرام کا جائزہ پیش کیا۔ ساڑھے چار بجے یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ تنظیم اسلامی جہلم نے میزبانی کا حق احسن طریقے سے ادا کیا۔ (رپورٹ: رفیق تنظیم)

انجمن خدام القرآن سندھ کراچی کے زیر اہتمام قرآن فہمی کورس کی سالانہ تقریبِ تقسیمِ اسناد

انجمن خدام القرآن سندھ کراچی کے زیر اہتمام قرآن فہمی کورس (سال اوّل و دوم) کی سالانہ تقریبِ تقسیمِ اسناد 2 ستمبر 2012ء بروز اتوار صبح 9 بجے قرآن اکیڈمی، ڈی ایچ اے فیز 6 کراچی میں منعقد ہوئی۔ پروگرام کا آغاز تلاوتِ قرآن پاک سے ہوا۔ اس کے بعد ریکٹر قرآن اکیڈمیز انجینئر نوید احمد نے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے قرآن فہمی کورس کے پس منظر اور اس کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ اُنہوں نے کہا کہ 10 ماہ پر محیط قرآن فہمی کورس کا یہ سلسلہ کراچی میں تقریباً 19 سال سے جاری ہے، جس سے اب تک سینکڑوں حضرات و خواتین استفادہ کر چکے ہیں۔ بحمد اللہ یہ کورس اب کراچی میں قرآن اکیڈمی ڈیفنس کے علاوہ قرآن اکیڈمی یاسین آباد اور قرآن مرکز گلستانِ جوہر میں بھی منعقد کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے مزید بتایا کہ قرآن فہمی کورس کے فارغ التحصیل طلبہ کے لیے قرآنی علوم میں مزید گہرائی پیدا کرنے کے لیے حال ہی میں قرآن اکیڈمی یاسین آباد میں قرآن فہمی کورس سال دوم کا بھی اجراء کیا گیا ہے۔ اس کے بعد ڈائریکٹر اکیڈمکس جناب شجاع الدین شیخ نے کورس کے تمام اساتذہ کا تعارف پیش کیا۔ جس کے بعد قرآن فہمی کورس کے فارغ التحصیل طلبہ نے کورس کے حوالے سے اپنے تاثرات پیش کیے۔ بعد ازاں اٹھارہویں قرآن فہمی کورس کے فارغ التحصیل طلبہ میں اسناد تقسیم کی گئیں۔ کراچی کی تینوں قرآن اکیڈمیز کے کل 83 حضرات اور 50 خواتین میں اسناد تقسیم کی گئیں۔ تنظیم اسلامی کے نائب ناظمِ اعلیٰ جنوبی پاکستان جناب سید نسیم الدین، صدرِ انجمن خدام القرآن جناب ثاقب رفیع شیخ اور ناظمِ اعلیٰ انجمن خدام القرآن جناب عبدالرزاق کوڈواوی نے طلبہ میں اسناد تقسیم کیں۔ تقسیمِ اسناد کے بعد جناب شجاع الدین شیخ نے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہم مسلمانوں کا المیہ ہے کہ جو لوگ جدید تعلیم حاصل کرتے ہیں وہ بالعموم دینی تعلیم سے بالکل نابلد ہوتے ہیں۔ حالانکہ بحیثیت مسلمان ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ دین کا بنیادی علم حاصل کریں اور بالخصوص قرآنِ حکیم کو سمجھ کر پڑھیں اور اُس سے ہدایت و نصیحت اخذ کریں، تا کہ عملی زندگی کو اس کے مطابق استوار کیا جا سکے۔ بعد ازاں صدر انجمن نے شرکاء اور اساتذہ کا شکریہ ادا کیا اور اُن کی محنتوں کو سراہا۔ آخر میں بانی انجمن خدام القرآن و تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کے چند ایمان افروز ویڈیو کلپس ملٹی میڈیا اسکرین پر دکھائے گئے۔ جناب عبدالرازق کوڈواوی کی دُعا پر یہ محفل اختتام پذیر ہوئی۔

(رپورٹ: رفیق تنظیم)

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

Our fathers, these flesh and blood bridges to a better life and future, cannot be that without fulfilling the conditions of flexibility. They simply must be able to adapt to even our days of dramatic change.

The famous Golden Gate Bridge of San Francisco was designed to have about 20 feet of sway at the mid-section of its amazing mile-long span --- a flexibility so high it was possible for it to survive many earthquakes and other natural forces.

In light of the seemingly insurmountable dangers the family now faces and the fact that no one heeds fathers as once they did, nor as now they should, I see no way for fathers to achieve the astonishing flexibility with which we are tasked but this: Never give up on our children.

(*Courtesy: "Al-Jumuah"; February/March 2008*)

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ العزیز

جامع مسجد ابوبکر صدیقؓ

سعد اللہ جان کالونی، عقب (Admor) ایڈمور پٹرول پمپ

نزد سر صاحب زادہ پبلک سکول، پرانا حاجی کیمپ، جی ٹی روڈ، پشاور میں

مبتدی تربیتی کورس

30 ستمبر تا 6 اکتوبر 2012ء

(بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

کا انعقاد ہو رہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں اور

نقباء و امراء تربیتی و مشاورتی اجتماع

5 تا 7 اکتوبر 2012ء

(بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار)

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ امراء و نقباء اس میں شامل ہوں،

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0345-9710310/0333-9244709/091-2262902

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت: (042)36316638-36366638
0333-4311226

شائقین علوم قرآنی کے لئے خوشخبری

انجمن خدام القرآن راولپنڈی، اسلام آباد کے زیر اہتمام

قرآن اکیڈمی، بلیو ایریا اسلام آباد (ہل ویو پلازہ) میں

پہلی بار — یکم اکتوبر 2012ء سے

ایک سالہ قرآن فہمی کورس

کا انعقاد کیا جا رہا ہے۔

مضامین

- ☆ تجوید القرآن
- ☆ عربی گرامر
- ☆ ترجمہ قرآن (پانچ پارے)
- ☆ قرآن حکیم کا منتخب نصاب
- ☆ سیرۃ النبیؐ
- ☆ فقہ (بنیادی معلومات)
- ☆ حدیث
- ☆ عربی زبان و ادب
- ☆ مختلف موضوعات پر لیکچر

اوقات تدریس: شام 5:30 تا 9:30 ہوں گے

شام کے اوقات کی بنا پر ملازمت پیشہ حضرات بآسانی کورس میں داخلہ لے سکتے ہیں

برائے رابطہ: راجہ محمد اصغر، ناظم حلقہ پنجاب شمالی تنظیم اسلامی

فون: 0333-5382262

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- ❁ ازروئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ❁ ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- ❁ نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط و کتابت کورسز سے فائدہ اٹھائیے:

(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس

(2) عربی گرامر کورس (I، II، III)

(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

شعبہ خط و کتابت کورسز

قرآن اکیڈمی 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور

فون: 35869501-3

E-mail: distancelearning@tanzeem.org

H. A. Hassen Laidi

OUR BRIDGES TO A BRIGHTER FUTURE

Fathers are a lot like bridges. Made of stones, wood, concrete and steel, they combine the kind of solid elements that can cope under weighty burdens. For they have a common goal: Carry us and bear us forward. Fathers provide us that special support necessary for us to transition from one stage of life to the next. They take us into the future --- our's and society's.

Bridges facilitate our straightforward notion: They give us sense of direction. They carry us to safety over all manner of difficult and troubled passages. They vary in size and design. They are elegant and strong when new; formidable and majestic when old. Every bridge is fascinating in its own way. So too fathers. To stand strong and live long, bridges must be firmly established in the ground through to a solid and stable foundation, yet flexible enough to sway and bent under challenging forces without buckling and breaking. Neither bridges nor fathers may realize that these are the twin conditions that have ever kept intact all the time-validated principles of life. Man received them first from Heavenly revelation, then relearns them through arduous life experiences in every generation, whereupon they are conveyed from father to son from the days of Adam عليه السلام our own.

It is a cause for tears that many fathers no longer believe in themselves, can conceive that they are possessed by birthright of these two qualities. Yes! Most fathers, most of them, are inherently capable of invoking these internal principles to fulfill their glad promise of fatherhood.

The Sunnah tells us that this is a part of our *fitrah*, the innate nature of a man. When it comes to loving our children, the reflex to protect them, the instinct to advance them before ourselves, we need no course work or prior nurture. We naturally do what it takes to be there. Actually, the will to love and protect our children are so powerfully present in us, this can, at times, take us to undesirable extremes.

This is an interesting point. More love would not seem to hurt. But consider what the Qur`an tells us about Allah asking Ibrahim عليه السلام --- His friend and the Patriarch of Prophets --- to sacrifice his only won whom he had been deprived until old age and a second marriage. Commenting on this major trial of Ibrahim عليه السلام, Imam al-Ghazali notes: “Allah did not want Ibrahim عليه السلام to harm his son. Rather, He intended to make Ibrahim عليه السلام understand that nothing should take away from his high love and servitude of Him --- even the fatherly love of sons.”

Al-Ghazali then goes on to explain that Allah sought by this to teach all of His servants to *love and protect their children*. The All-High was reinforcing our recognition of our validating principles --- being well-grounded and tremendously flexible --- reminding us that is also their proper order of priority. If fathers be thus, they fulfill the first condition for successful fatherhood.

These principles, it must be clarified, are essentially human and always universal because they originate from Allah, the Almighty Lord and Creator, Who not only taught man such principles, but also corrected him through His messengers and prophets every time man forgot or deviated from them. And ours are most surely times when the fathers of all the religions, races and nationalities need to return to these perennial principles.